إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ

بے شک حاکمیت اللہ کے لئے ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجال نہ تھی! مگر------

میں ان تمام دوستوں، بھائیوں اور بزرگوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے میری اس پہلی کاوش، ("آئینۂ وقت") پر اپنے اپنے خیالات، جذبات، اور شریعت محمدی ﷺ کے نفاذ کے لئے قلم اٹھایا۔ انہوں نے اپنے اپنے ذہنوں، دلوں اور روحوں میں اسلام کی محبت سے سرشار، مخمور اور دیئے ہوئے جذبوں کو خوبصورت اور دلکش الفاظ کا پیرہن پہنا کر اس کتابچے کے حسن کو دوبالا کیا۔ ان کے یہ رنگا رنگ خیالوں کے پرندے بارگاہ رسالت ﷺ کے گلستان میں محو ترنم نظر آ رہے ہیں۔ ان کے علاوہ ان تمام محبوب انسانوں کو جن کی تحریر تو اس کتابچے میں موجود نہیں۔ لیکن ان کی صدائیں اور ندائیں اس دستور مقدس کے نفاذ کے لئے بیداری و بے قراری کے چراغ روشن کئے بیٹھے ہیں۔ جن کے دم سے یہ فضائیں معطر و مشفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو رحمت اللعلمین ﷺ کی حضوری عطا فرمائیں۔ ان کو محبت اور اخوت کے لامتناہی رشتہ میں منسلک فرمائیں۔ علاوہ ازیں ان طیب ہستیوں کا بھی شکر گزار ہوں۔ جن کی نظر عنایت نے ("آئینہ وقت") تحریر کرنے کی کاوش اور توفیق بخشی۔ یا اللہ اس کاوش کو قبولیت کا شرف عطا فرما۔ آمین۔

((عنایت اللہ))

دیباچہ

جناب عنایت اللہ صاحب ایک نہایت دردمند دل رکھنے والے، نہایت ہی باشعور مسلمان ہیں۔ آپ نے عمر بھر اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی خدمت کو اپنا وطیرہ بنائے رکھا ہے۔ یہ کتاب ''آئینہء وقت'' جو آپ نے تحریر کی ہے۔ اسی اسلامی جذبے اور اسی دردمندی کی عکاسی کرتی ہے۔ اگرچہ اس تحریر میں شعور اور فہم وفراست ایک بنیادی حقیقت کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ تاہم اس تحریر کو ایک دردمند مسلمان اور دردمند پاکستانی کے دل کی پکار سمجھ کر پڑھا جائے۔ تو بات زیادہ موثر ثابت ہوگی۔ اس ''آئینہء وقت'' میں جو آئینہ دکھایا گیا ہے۔ اور احوال وحقائق کا جو تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اسے غور سے دیکھا جائے۔ اور اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ (کسی بات میں کسی قسم کی پیچیدگی کا شائبہ نہیں) تو پاکستانی معاشرے کو گراں قدر اسباق اور بیش قیمت نصائح حاصل ہوسکتے ہیں۔ اگر معاشرے کو ان حاصل شدہ اسباق ونصائح کی روشنی میں استوار کیا جائے۔ اور اس نہج پر اصلاح احوال کی سعی کی جائے۔ تو معاشرے کے اندر جس قدر دکھ اور پریشانیاں موجود ہیں۔ ان سب کا قلع قمع کیا جاسکتا ہے۔ غربت، افلاس، جہالت سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ قوم کو دنیا کی اقوام وملل میں ایک مضبوط اور باوقار مقام دلایا جاسکتا ہے۔ مختصراً وہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ جس کے لئے پاکستان وجود میں آیا تھا۔

یاد رکھنے کی بات یہ ہے۔ کہ اس طرح فقط اس دنیا کی آسودگی اور فارغ البالی اور قلبی سکون کا حصول ہی ممکن نہیں۔ بلکہ آخرت جو مسلمان کی اصلی منزل ہے۔ اس کی کامیابی اور سرخروئی بھی یقینی ہے۔ یہ چھوٹا سا کتابچہ پاکستانی

معاشرے کی سماجی، سیاسی، معاشی اور اقتصادی کمزوریوں کو اجاگر کرنے میں کتاب الامراض کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ معاشرے کو اس تحریر سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور صاحب تحریر کو جزائے خیر سے نوازے۔ جناب عنائیت اللہ صاحب جیسے بزرگ کا وجود غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت سے نوازے۔ اور طویل زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔ جناب نے کتابچہ لکھ کر پاکستانی قوم بلکہ پوری امت مسلمہ پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔

یہ کتابچہ کیا ہے۔ یہ ایک عظیم، ایک دقیق، ایک نہائت مختصر مگر نہایت جامع روداد ہے۔ پاکستان کے وجود میں آنے سے لے کر اب تک کی۔ یہ کتابچہ ایک دردمند۔ راسخ العقیدہ۔ روشن ضمیر۔ اور صاحب فہم و ادراک پاکستانی مسلمان کا تیار کردہ آئینہ ہے۔ جس میں ہر پاکستانی اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ نیز پاکستان کے وجود میں آنے سے اب تک کی فلم دیکھی جا سکتی ہے۔ اس مختصر سی تحریر میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اسے بیان کرنے کے لئے بڑی بڑی ضخیم جلدوں کی ضرورت تھی۔ لیکن جناب عنائیت اللہ صاحب نے چند جملوں میں ایک ایک مکمل مضمون کو نہائت بلیغ انداز میں بیان کر دیا ہے۔

کیا کچھ ہے۔ جس کا بیان اس کتابچے میں نہیں ہوا۔ دو قومی نظریہ قیام پاکستان کی غرض و غائیت، مہاجرین کے مصائب اور قربانیاں، خلافت اسلامیہ کا نظام، موجودہ مغربی اندوہناک نظریات۔ ایک المیہ مشرقی پاکستان کی علحدگی۔ یہود کا معاشرتی نظام۔ سودی نظام، عیسائیوں کا جمہوری نظام۔ ہندووں کا طبقاتی نظام اور بے شمار دوسرے موضوع زیر بحث آئے ہیں۔ آخری صفحوں پر اکیس سوالات ہیں۔ اکیس ایسے سوالات جن کا جواب چشم بصیرت کے لئے سرمے کی

حیثیت رکھتا ہے۔ اور آخر میں دیندار، پاک طینت، بے ضرر۔ منفعت بخش، پیران طریقت، درویشوں، فقیروں سے التماس کی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے دینی، مذہبی، اور روحانی فیض سے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کریں۔ راقم الحروف کی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ جن ہستیوں سے جناب عنائیت اللہ صاحب نے دینی، مذہبی، اور روحانی فیض سے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کے لئے التجا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں میدان میں لائے۔ اور انہیں اس سارے معاملے کی سمجھ فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوق کو تباہی سے بچائے۔ خدا کی زمین پر انسانیت کو مستقبل میں ایک عظیم کارزار درپیش ہے۔ اللہ تعالیٰ اولاد آدم کو اس معرکے میں کامیابی عطا فرمائے۔ اور فتح اسلام کی ہو۔ آمین۔

خیر اندیش

((علامہ محمد یوسف جبریل))

مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۹۹ء

ادارہ تصانیف جبریل نواب آباد واہ کینٹ ضلع راولپنڈی

آئینۂ وقت ملی اور قومی دردمندی سے عبارت ہے

عنایت اللہ صاحب ان مقربان خاص میں سے ہیں۔ جنہیں جناب واصف علی واصف صاحب جیسے درویش طبع دانشور کی خدمت میں رہنے کا شرف انتہائی ابتدائی زمانہ سے نصیب رہا ہے۔ سرکاری ملازمت کی مصروفیات کے باوجود انہوں نے اپنے رفیق خاص کی خدمت میں اپنے وقت اور وسائل دونوں کا نذرانہ دیا ہے۔ اور مسلسل دیا ہے۔ مگر جناب واصف علی واصف صاحب کے رخصت ہو جانے کے بعد نہ انہوں نے جناب واصف علی واصف مرحوم صاحب سے اپنے مراسم خصوصی اور نیاز دیرینہ کا چرچا کیا۔ نہ ان کی جانشینی کے لئے اپنے نام کو اچھالنے کی اجازت دی۔ یہ سچے فقیروں کا شیوہ ہوتا ہے۔ کہ وہ صرف صدق کی یافت کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ مفاد کی یافت ان کا مقصد کبھی نہیں ہوتا۔

ملی اور قومی دردمندی کے جس رشتے نے انہیں جناب واصف علی واصف صاحب سے جوڑے رکھا تھا۔ اسی نے انہیں ملکی، سیاسی، اور معاشرتی احوال کی زبوں حالی کی اصلاح پر راغب کیا ہے۔ زیر نظر تحریر ''آئینۂ وقت'' ان کی اسی ملی اور قومی دردمندی سے عبارت ہے۔ انہیں اس پر حیرت ہوتی ہے۔ کہ احوال کی اصلاح کے لئے جو اقدام ضروری ہیں۔ وہ بہت واضح ہونے کے باوجود ارباب اختیار کی نظر سے ہمیشہ اوجھل کیوں رہے ہیں۔ اور ارباب اختیار عوامی احساسات سے اتنے بے تعلق کیسے رہ لیتے ہیں۔ اصلاح احوال ملکی کے لئے مصنف کی سیدھی سیدھی باتیں ایک دل مخلص و دردمند کی قدرتی تڑپ کی صورت

میں آپ کے روبرو ہیں۔ اصلاح کا آرزومند یہ دل شریعت محمدی ﷺ کے فوری نفاذ اور مکمل احتساب کا طالب ہے۔ بے لاگ اور غیر جانبدار احتساب کلی جس کے بغیر عنایت اللہ صاحب اصلاح کے روبہ عمل آنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اور جس کے نفاذ میں تاخیر کو بھی ملت اسلامیہ اور پاکستانی قوم کے لئے باعث نقصان سمجھتے ہیں۔ آپ دیانتداری کے ساتھ ان سے اختلاف ضرور کر سکتے ہیں۔ مگر ان کی دردمندی پر حرف نہیں رکھ سکتے۔ خدا اس دردمند کے دلنواز بھی بنائے اور دلنشیں بھی۔

اللھم زد فزد

دعاگو

((پروفیسر احسان اکبر))

آئینہ وقت۔۔۔۔فیض نگاہ مرد درویش

محترم عنائیت اللہ صاحب کا ''آئینہ وقت'' میرے سامنے ہے۔ میں نے جب اس کا انتساب دیکھا۔ تو میں یکدم چونکا۔

محترم عنائیت اللہ صاحب سے تعلق آج سے اکتالیس سال پہلے قائم ہوا۔ اور وہ تعلق آج تک قائم ہے۔ اس تعلق کی وجہ برادرم محترم قبلہ واصف علی واصف صاحب سے ان کی نیاز مندی اور عقیدت مندی ہے۔ جو دم تحریر موجود ہے۔ سردی وگری کا زمانہ ان اکتالیس سالوں کی رفاقت کو نہ مٹا سکا۔ بلکہ اس میں تیزی آئی، کمی نہ آئی۔ محترم عنائیت اللہ صاحب کی تعلیمی اور روحانی تربیت اسی مرد درویش کی نگاہ کے فیض کا نتیجہ ہے۔ عنائیت اللہ صاحب قبلہ واصف علی واصف صاحب کے شاگردان خاص میں سے ہیں۔ اور ان کے شب و روز کی ریاضت سے جتنی آشنائی جناب عنائیت اللہ صاحب کو ہوئی۔ کسی اور کو نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جناب واصف علی واصف صاحب نے عنائیت اللہ صاحب کو اپنے فیض سے خصوصی فیض یاب کیا۔ یہ اسی فیض کا نتیجہ ہے۔ کہ ''آئینہ وقت'' آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ ''آئینہ وقت'' میں بیباکیٔ کلام اور کلمہ حق کہنے کی جرات اس بات کی مظہر ہے۔ کہ درویش صفت روباہ صفت نہیں ہوتے۔ ان کی زبان تلوار کی دھار کی طرح ہوتی ہے۔ لیکن نگاہ میں التفات مقناطیس کشش کا حامل ہوتا ہے۔

''آئینہ وقت'' درحقیقت وقت کا آئینہ ہے۔ آئینہ اہل تصوف کے لئے وفا کا پیکر ہے۔ جب کہ دنیاداروں کے لئے بے وفائی کی علامت۔ اہل تصوف نے دل کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔ اور اس کی شکستگی آئینہ ساز کے قرب کا جواز پیدا کرتی ہے۔ ''آئینہ وقت'' ایک ایسا ہی شاہکار ہے۔ جس میں محترم عنائیت اللہ

صاحب نے تاریخ کے اوراق کی گرد کو جھاڑا۔ اور وقت کا اجلا چہرہ دنیا داروں کو دکھایا۔ اصل چہرہ یہ ہے۔ جس کی تلاش کے ہم سب متلاشی ہیں۔ جوں جوں عنائیت اللہ صاحب وقت کے چہرے سے نقاب الٹتے جاتے ہیں۔ توں توں دنیا داروں کے چہروں کے رنگ فق ہوتے جاتے ہیں۔ کیونکہ " آئینہ وقت" میں اپنا چہرہ دیکھنے کی جرات سوائے اہل باطن کے اور کسی کو نہیں ہو سکتی۔ اس لئے محترم عنائیت اللہ صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ کہ انہوں نے اس کتابچے کو لکھ کر آنے والے وقت کی آواز سنا دی ہے۔ اب یہ ہم سب کا فرض ہے۔ کہ اس کتابچے میں چھپے اس کرب کا مداوا کریں۔ جو محترم عنائیت اللہ صاحب کے دل میں موجود ہے۔ اور جو امت مسلمہ کو ندا دے رہا ہے۔ کہ اب وقت آ گیا ہے۔ انقلاب کے آنے کا۔ اس انقلاب کا جس کی طرف قبلہ واصف علی واصف صاحب نے اشارہ اپنی ایک طویل نظم (دور کی آواز) میں کیا۔ یہ کتابچہ اسی آواز کا نقیب بھی ہے۔ جب واصف علی واصف صاحب فرماتے ہیں۔

آنے والے کمال کے دن ہیں
عظمت ذوالجلال کے دن ہیں

تو عنائیت اللہ صاحب بھی اسی عظمت ذوالجلال کے متلاشی دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی تڑپ بے معنی نہیں ہے۔

عنائیت اللہ صاحب اس سے پہلے صاحب قلم نہ تھے۔ لیکن جب فیض کا سرچشمہ جاری ہو جائے۔ تو ایسی کئی کتابیں منصہء شہود پر آ جاتی ہیں۔ کیونکہ عطا کسی کے فیض نظر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور جب اس بات کا احساس ہو جائے۔ کہ فیض کا مطمع نظر کیا ہے۔ تو " آئینہ وقت" تخلیق ہو جاتا ہے۔ " آئینہ وقت" در

حقیقت ایک ایسا آئینہ ہے۔جس میں ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک حاکمان وقت اور صاحبان سیاست اپنا اپنا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔اس میں ۴۵ پیراگرافوں میں تاریخ پاکستان اور موجودہ پاکستان کی تصویر کشی کی گئی ہے۔اس کتابچے میں مردان حق اور درویشوں سے اپنا کردار ادا کرنے کی التجا کی گئی ہے۔اور لوٹ مار کی سیاست اور مغربی جمہوریت کو امت مسلمہ کے لئے سم قاتل اور شریعت محمدی ﷺ کا نفاذ پاکستان کے لئے منبع فیض قرار دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اکیس ایسے چبھتے ہوئے سوالات کئے گئے ہیں۔جن کے جوابات اہل نظر کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہیں۔ان میں محب وطن لوگوں کے لئے دعوت فکر و عمل بھی ہے۔اور ملکی ترقی کے راز سے شناسائی بھی۔عنایت اللہ صاحب نے واصف علی واصف صاحب سے نیازمندی اور ان کے افکار کی خوشہ چینی کا حق ادا کر دیا ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو قائم رکھے۔

آمین۔

دعا گو

((پروفیسر شوکت محمود))

آئینہ وقت مضطرب روح کی پکار

"آئینۂ وقت" ایک بے قرار روح کی چیخ ہے۔ یہ روایتی انداز میں نہ تاریخ ہے نہ جذباتی طور پر محض نوحہ ہے۔ بلکہ یہ پاکستانی معاشرے کی ایسی تصویر ہے جس میں کچھ رنگ نمایاں اور کچھ دھندلے ہیں۔ بے رنگ حصہ بھی ایک کہانی ہے جس میں عبرت بھی ہے۔ اور تازیانۂ عبرت بھی۔ اس انوکھے انداز کی کتاب کا نام "آئینہ وقت" ہی ہونا چاہیئے تھا۔ سو جناب عنائیت اللہ صاحب کو پہلی مبارک باد تو اس کتاب کے عنوان کی دینی چاہیئے۔

"آئینہ وقت" کا تناظر بہت وسیع ہے۔ لیکن صاحب نظر جناب عنائیت اللہ صاحب نے اس خوبی سے ہر مرحلہ طے کیا ہے۔ کہ اس کتاب کا کوئی بھی قاری داد دیئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ ایک دردمند پاکستانی اور پرسوز مسلمان اور پرکیف صوفی کی حیثیت سے جناب عنائیت اللہ صاحب نے جو محسوس کیا۔ جو دیکھا اور جو کچھ برتا۔ ان سب تجربات کو جس خوبصورتی سے قلمبند کیا ہے۔ وہ انہی کا حصہ ہے۔ شائید دوسرا کوئی اس موضوع پر قلم اٹھاتا تو ہزار ٹھوکریں کھاتا۔

یہ کتاب صرف احوال دردہی نہیں۔ علاج درد بھی ہے۔ بشرطیکہ کوئی شخص صاحب درد ہو اور دل کی میل دور کرنے کی تمنا سے سرشار ہو۔ عمل پر راضی اور فکر کے لئے تیار ہو۔ کیونکہ فکر و عمل کے بغیر نہ دنیا سمجھ آسکتی ہے۔ اور نہ دین کی حقیقت تک رسائی ممکن ہے۔

انتساب مرشد یعنی جناب واصف علی واصف کے نام ہو۔ اور دیباچہ علامہ محمد یوسف جبریل صاحب نے تحریر کیا ہو۔ تو پھر "آئینہ وقت" ایک انقلاب کا عکس

نظر آتا ہے۔ اس عہد کا اضطراب، سوچ اور عمل بظاہر نتیجہ خیز نظر نہیں آتا۔ لیکن کسے معلوم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ غیب سے کیا پردہ شہود پر لانے والا ہے۔ آخر یہ سب نیک ارواح عصر حاضر کے خلاف سراپا احتجاج کیوں بنی ہوئی ہیں۔ کچھ تو ہونے والا ہے۔ جس کا ادراک صرف انہی ارواح کو ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نواز چکا ہے۔ یا نواز رہا ہے۔

"آئینہ وقت" ایک سادہ رنگین داستان کا صرف ایک باب ہے۔ ممکن ہے۔ جناب عنائیت اللہ صاحب دیگر ابواب بھی تحریر کریں۔ اور اس طرح جانے والے وقت کا نوحہ اور آنے والے وقت کا قصیدہ موجودہ نسل بھی سن سکے۔

کاش یہ زمانہ میری زندگی میں آئے۔ اور مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ پا کر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا شکر ادا کرے اور حضور نبی کریم ﷺ حضرت محمد مصطفیٰ کی غلامی پر ناز کر سکے۔

یا اللہ یہ دن جلد لا ------------------

((شورش ملک))

۹۹ /۷ /۱

''آئینہ وقت'' دیکھا ہے جو میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

''آئینہ وقت'' کم و بیش سو (۱۰۰) صفحات پر مشتمل عنایت اللہ صاحب کی پہلی قلمی کاوش ہے۔ ہر چند کہ تصنیف و تالیف کی دنیا میں اس کتاب کا نام نیا ہے۔ لیکن اس کے مصنف کا نام نہ نیا ہے نہ ہمارے لئے اجنبی! آپ مشہور و معروف صوفی، معلم، دانش ور، ادیب اور شاعر جناب واصف علی واصف صاحب کے حوالہ سے علمی و ادبی حلقوں کے ساتھ ساتھ ذکر و فکر کی مجالس میں بھی پاکستان کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔

میں سمجھتا ہوں۔ کہ ''آئینہ وقت'' کے مصنف نے جناب واصف علی واصف صاحب کی طویل رفاقت میں جو دیکھا۔ جو سنا اور جو پڑھا۔ اس کے قطرہ قطرہ قلزم بن کر کتب کی شکل میں سامنے آنے کا وقت اب آیا ہے۔

قبلہ واصف علی واصف صاحب نے ۱۹۷۳ء میں تحریک خدمت ملت کے نام سے ایک اصلاحی تنظیم کی داغ بیل ڈالی تھی۔ جس کے مقاصد میں اسلامی ثقافتی انقلاب، پاکستان کا استحکام اور علاقائی سالمیت کے لئے کام کرنا اور تحفظ نظریہ پاکستان شامل تھا۔ یہ تنظیم تو کچھ عرصے بعد فعال نہ رہی۔ لیکن اس کی بازگشت آج ۲۶ برس بعد ''آئینہ وقت'' کی شکل میں گونجی ہے۔ لگتا ہے نہ یہ بلا سبب ہے نہ ہی مطلوبہ ثمرات حاصل کئے بغیر اب یہ ختم ہو گی۔

''آئینہ وقت'' نوحہ ہے ہماری ۵۲ سالہ ملی و قومی زندگی کا۔ اس نوحہ میں مصنف کے یہ الفاظ بار بار ہمارے کانوں سے ٹکراتے ہیں۔ اسلام پڑھنے اور

سننے تک محدود ہو گیا ہے۔ وہی اسلام جس کے نام پر پاکستان وجود میں آیا تھا۔ اس میں جمہوریت کے نام پر کھیلے جانے والے اس ناٹک کی تفصیل ہے۔ جو اس وطن میں نصف صدی سے کھیلا جا رہا ہے۔ اور کتنی بے حس اور بدنصیب ہے وہ قوم جو اسے دیکھ کر خوش ہو رہی ہے۔ واہ واہ کر رہی ہے۔ تالیاں بجا رہی ہے۔ اسی قوم کے اندر ایک محب وطن پاکستانی نے، اللہ کے ایک بندے نے، شاہ مرسلین ﷺ کے ایک غلام نے، ایک آواز بلند کی ہے۔ ایک پیغام اس ملک کے عوام اور حکمرانوں تک پہنچانے کی کوشش ہے۔ جو ''آئینہ وقت'' کی صورت میں ہے۔ اس میں حکمرانوں کے لئے چند مشورے بھی ہیں۔ اور عوام کے غور و فکر کی چند باتیں بھی! یہ پیغام ایک فقیر، درویش، اور ایسے صاحب کا ہے۔ جو دانا و بینا ہے۔ جسے پروردگار نے ایسی بصیرت عطا فرمائی ہے۔ جو مستقبل میں دور تک دیکھ سکتی ہے۔

''آئینہ وقت'' ایک عبرت نامہ ہے۔ نصف صدی پہلے آزاد ہونے والے ایک ملک کا۔ دل لخت لخت کی پکار ہے۔ یہ ایک فرد جرم ہے جس میں سیاست کے ایوانوں میں مسلسل سرزد ہونے والے قومی و ملی سطح کے جرائم کی طویل فہرست درج ہے۔ ''آئینہ وقت'' کی تحریر سادہ و سلیس ہے۔ اسلوب دلنشین جو دل سے نکلی بات کو قاری کے دل کی گہرائیوں میں پہنچا دیتا ہے۔ مگر کہیں کہیں عبارت پڑھنے والے کو جھنجوڑ کر رکھ دیتی ہے۔ ایسے موقع پر جناب واصف علی واصف صاحب کا قلمی فیض عنایت اللہ صاحب کی تحریر کی اوٹ سے بولتا سنائی دیتا ہے۔

اپنے حال کو کلمہ شریف پڑھا لیں۔ ماضی خود بخود مومن ہو جائے گا۔ اور مستقبل روشن و درخشان۔ فریاد، آہ، تڑپ، بیداری، یہ سب روح کے سوز کے

ساز ہیں۔ ذرا ان کو چھیڑو۔ زندگی میں انقلاب برپا ہو جائے گا۔ تنہائی میں بات کرو۔ قدرت جواب دے گی اور رہنمائی کرے گی۔

"آئینہ وقت" کا وہ حصہ جس میں محنت کشوں، کسانوں، مزارعوں، اور مزدوروں کا استحصال کرنے والی قوتوں کا ذکر ہے۔ زبان وبیان اور اسلوب کی خوب صورتی کے لحاظ سے قاری کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث بنتا ہے۔ کھیتوں، کھلیانوں، زرعی علم کی باریکیوں کا ذکر پڑھ کر محسوس یہ ہوتا ہے۔ کہ "آئینہ وقت" کا مصنف نرا ایک لکھاری ہی نہیں۔ ایک تجربہ کار کسان بھی ہے۔ اور اس کے جذبات واحساسات کا ایک بپھرا ہوا سمندر ہے۔ کہ جس کی لہریں مصنف کی قلم کی گرفت سے بار بار باہر نکل جاتی ہیں۔ اس کے درد دل میں برپا ایک سیلاب ہے۔ کہ کسی ساحل کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

"آئینہ وقت" کے مصنف نے یہ آئینہ صرف پاکستان کے حکمرانوں ہی کو نہیں دکھایا۔ بلکہ اسے دنیا کے ان بڑے ملکوں اور اداروں کے سامنے بھی لا رکھا ہے۔ جن کی دوغلی پالیسی کا طلسم اب ٹوٹ چکا ہے۔ جن کے دوہرے چہروں سے نقاب الٹ دی گئی ہے۔ اور امت مسلمہ یہ جان گئی ہے۔ کہ نام نہاد عدل وانصاف کے ان علمبرداروں کا رویہ عالم اسلام میں بسنے والوں کے ساتھ اور ہے۔ اور یہود ونصاریٰ کیساتھ کچھ اور۔۔۔۔

"آئینہ وقت" کے آخری صفحات میں مصنف نے اکیس سوالات اٹھائے ہیں۔ جو اس مختصر سی کتاب کے متن ہی سے لے کر تشکیل دیئے گئے ہیں۔ اور یہ ایک طرح سے تلخیص ہے اس کتاب کی۔ ان اکیس سوالات میں سے ہر سوال قاری کے لئے غور وفکر اور تدبر کے دروازے کھولتا چلا جاتا ہے۔

''آئینہ وقت'' کے مطالعے کے دوران اس کا تمثیلی انداز قاری کو بار بار اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ منجدھار میں پھنسی ہوئی کشتی کے ملاح کو کوئی چیخ چیخ کر پکار رہا ہے۔ اور اس چٹان کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ جو اس کی نظر سے اوجھل ہے۔ مگر کشتی اس کی زد میں آ چکی ہے۔ اس فقیر کی دعا ہے کہ جو کچھ ''آئینہ وقت'' کے مصنف نے دیکھا ہے۔ اب رب رحیم و کریم وہ ان لوگوں کو بھی دکھا دے۔ جن کے ہاتھوں میں ملت کی کشتی کے چپو ار ہیں۔ آمین۔

ڈاکٹر تصدق حسین راجا

اسلام آباد

۱۰ جولائی ۱۹۹۹

آئینہ وقت دعوت فکر و عمل

عنائیت اللہ صاحب نے اپنی کتاب ''آئینہ وقت'' میں بڑے احسن انداز میں حقیقت نگاری کی ہے۔ اگرچہ یہ ان کی پہلی کاوش ہے۔ لیکن بڑے سلیس و سادہ زبان میں بڑے درد دل کے ساتھ اعلیٰ جذبوں کے ساتھ، اعلیٰ جذبوں سے مزین ہو کر عوام کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا ہے۔ عنائیت اللہ صاحب کے روحانی پیشواء جناب واصف علی واصف صاحب (مرحوم) ہیں۔ جن سے ان کا چار دہائیوں سے واسطہ رہا ہے۔ جو کہ خود دو درجن سے زائید کتابوں کے مصنف ہیں۔ اگرچہ مجھے واصف علی واصف صاحب سے ذاتی طور پر ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ لیکن یقینی طور پر کتاب ''آئینہ وقت'' میں ان کی برسوں کی صحبت کا اثر نمایاں ہے۔

پاکستان برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کی صدیوں کی بے پناہ قربانیوں اور انتھک جدوجہد کا ثمر ہے۔ لیکن ہم نے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے فرمان اور قائداعظم کے ارشادات کو پس پشت ڈال کر سامراجی نظام کو تقویت دی۔ جو کہ آزادی کے بعد بھی ۵۲ سال سے ہم پر مسلط ہے۔ اسی سامراجی نظام کی بدولت ہم پر فرعونی (حکمران طبقہ) ہامانی (وزراء نوکر شاہی، وڈیرہ شاہی)، قارونی (سود خور اور سرمایہ دار) آزری (ان تینوں طبقوں کے حمائتی مذہبی پیشوا) ہم پر مسلط ہیں۔ ''آئینہ وقت'' میں اس طبقاتی کشمکش کی بہت خوبی سے عکاسی کی گئی ہے۔ جوں جوں وقت گذرتا جائے گا۔ ''آئینہ وقت'' کے احوال واضح ہوتے

جائیں گے۔ یہی ایک سچی کتاب کی خوبی ہوتی ہے۔

کتاب کے آخر میں مصنف کے اکیس سوالات ہم سب کے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔ ہمارے اہل دانش اور اہل قلم حضرات کو دعوت فکر اور عمل دیتے ہیں۔ کہ وہ آگے آئیں۔ ان سوالات کی روشنی میں جو زادراہ کا کام کر رہے ہیں۔ اصلاح احوال کے لئے یعنی مقاصد پاکستان کے حصول کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں گے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

((اقبال))

ہمیں مغرب کی جمہوری اقدار کی بجائے اپنی اقدار کو اپنانا ہوگا۔ کیونکہ مغرب کی جمہوری روایات کا منبع و مخرج ان کی پارلیمنٹ ہے۔ جب کہ ہمارے لئے قرآن وسنت آخری حکم ہے۔ پارلیمنٹ کو قانون سازی کا حق نہیں کیونکہ اللہ کی کتاب مکمل ہے۔ پارلیمنٹ صرف اللہ کے دیئے ہوئے قانون کی روشنی میں قانون بنانے کی پابند ہے۔ عنائیت اللہ صاحب نے مغرب کے جمہوری نظام کے اس سلسلہ کی بڑے احسن طریقے سے خرابیوں کو آشکار کیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی عنائیت اللہ صاحب کے زور قلم میں اضافہ کرے۔

میری عنائیت اللہ صاحب سے استدعا ہے۔ کہ وہ اپنی نگارشات کا سلسلہ جاری رکھیں۔ اللہ تعالٰی ان کا مقاصد پاکستان کی تکمیل میں حامی و ناصر ہو۔

((جنرل (ر) حمید گل))

((آئینہ وقت)) تعمیرِ انسانیت کا ذریعہ

کتاب ''آئینہ وقت'' کے مصنف کو میں عرصہ پچیس سال سے جانتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ وقت کی ہر بنت سے گذرا ہوں۔ جو دن، دوپہر، شام، رات، اور صبح کاذب اور صادق کے درمیان نئے نئے چھاپے چھاپتی ہے۔ اور نئے نئے رنگ ابھارتی ہے۔ عنایت کو میں نے اچھے، برے، تلخ، ترش، کھچاوٹ، کملاوٹ اور کرب و بلا کی کیفیتوں میں بھی دیکھا ہے۔ اس پر بوجھ بھی ڈالا ہے۔ اور اس کا بوجھ کبھی اٹھایا بھی ہے لیکن!

عنایت اللہ کے موجودہ روپ کا اشارہ مجھے ماضی میں کبھی نہیں ملا تھا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ ایک روز جب گولڑہ موڑ پر پہنچے گا۔ تو اس پر ''آئینہ وقت'' جیسی کتاب وارد ہو جائے گی۔

یوں تو مغربی طرز جمہوریت پر حضرت علامہ نے بھی بڑی شدید تنقید کی ہے۔ اور ملت اسلامیہ کی بڑی بڑی اور معتبر دینی جماعتوں نے بھی اس کے منفی اثرات و آثار سے مسلمانان عالم کو آگاہ کیا ہے۔ لیکن جس سادگی، صفائی، خلوص، اور دردمندی کے ساتھ عنایت اللہ نے اس بلائے بیدرماں کا تجزیہ کیا ہے۔ وہ ایک معمولی فہم و فراست رکھنے والے ذہن میں بھی بہ آسانی آ جاتا ہے۔ اس کی مزید وضاحت کے لئے آخر کے اکیس سوالوں میں ڈائیرکٹ ایکشن کی روح کارفرما ہے۔ یہ سوالات نہیں ہیں۔ ہماری معاشرتی، ملی، سیاسی، دینی اور اقتصادی زندگی کے انڈیکیٹر ہیں۔

جس طرح انسانی تاریخ میں بعض ایسے صحت مند موڑ موجود ہیں۔ جنہیں معمولی لوگوں، معمولی کتابچوں، اور معمولی جملوں نے آنے والی نسلوں کے لئے

مستقل کر دیا ہے۔ اسی طرح مجھے لگتا ہے۔ کہ عنایت اللہ کا ''آئینہ وقت'' بھی تعمیر انسانیت کے کسی عظیم منصوبے کے لئے ڈائنا مائیٹ بن کر طاغوت کی ازلی بربادی کا سامان بن جائے گا۔

((اشفاق احمد))

۳ جولائی ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ ۲۳ مارچ کا دن پاکستان کے مقدر سے وابستہ ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے اسی دن ایک ملک پاکستان کا تصور پیش کیا۔ جس کی بنیادی وجہ یہ تھی۔ کہ مسلمانوں کا طرز حیات ہندوؤں کے طرز حیات سے مختلف ہی نہیں بلکہ متضاد ہے۔ ہندوؤں کا مذہب ان کے پیروکاروں کو اپنا طرز حیات سکھاتا ہے۔ اور مسلمانوں کا مذہب جس میں توحید، رسالت، نماز، حج، اور زکوۃ شامل ہیں۔ ایک مختلف طرز حیات کی تربیت کرتا ہے۔ دین اسلام مسلمانوں کو اپنے مخصوص قوانین اور ضوابط کی روشنی میں انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی گزارنے تک کے تمام تر آداب سکھاتا ہے۔ دونوں مذاہب کے بنیادی اصولوں کا اختصاری موازنہ درج ذیل ہے:۔

اسلام	ہندومت
مسلمان ایک خدا اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ کے سوا کسی اور کو عبادت کے لائق نہیں سمجھتے۔	ہندو مختلف دیوتاؤں کے بت تراش کر مندروں میں رکھتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ اور ان کو حاجت روا تسلیم کرتے ہیں۔
مسلمانوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے۔ کسی کو کسی پر فوقیت نہیں۔ اور آپس میں سب بھائی بھائی ہیں۔	ہندومت کا نظام چار قومیتوں پر مبنی ہے۔ برہمن، کھشتری، کھتری، اور شودر

مسلمانوں میں اگر کسی کی بیوی کا خاوند فوت ہو جائے تو اسے دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے۔	ہندومت کے مطابق اگر کسی بیوی کا خاوند مر جائے۔ تو اسے چتا میں چھلانگ لگا کر رسم ادا کرنی پڑتی ہے۔ اور وہ دوسری شادی نہیں کرسکتی۔
مسلمان گائے کو ذبح کرتے اور کھاتے ہیں۔	ہندوؤں کے لئے گائے ایک مقدس جانور ہے۔ اور وہ ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔
مسلمان مسجد میں اپنے مخصوص طریقہ سے نماز ادا کرتے ہیں۔	ہندو مندر میں اپنے خاص طریقے سے عبادت کرتے ہیں۔ اور بھجن گاتے ہیں۔

۲۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے مذاہب اور طرز عبادت میں بھی بہت بنیادی فرق ہے۔ اس لئے دو مختلف نظریات کی بنا پر مسلمانوں نے ایک الگ ریاست (پاکستان) کا نظریہ پیش کیا۔ جہاں مسلمان اپنی دینی کتاب قرآن پاک کی روشنی میں مسلمانوں کی تربیت اور طرز حیات کو سنوار کر اقوام عالم کے سامنے ایک نمونہ پیش کرسکیں۔ اور ہندو اپنے دھرم اور عقیدے کی روشنی میں اپنا نظام حیات قائم کرسکیں۔ اس طرح دو قومی نظریات کی بنیاد پر مسلمانوں نے ایک الگ ملک پاکستان کا نظریہ پیش کیا۔ اور بالآخر ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

۳۔ ہندوستان کے مسلمان اس نظریاتی ریاست (پاکستان) کے لئے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد کی روشنی میں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوئے۔ بالآخر ۱۹۴۷ء کو مسلمانوں نے ایک الگ اسلامی ریاست یعنی پاکستان حاصل کرلیا۔

جس کے لئے مسلمانان ہند ایک ایسے دردناک، اذیت ناک المیہ سے گذرے۔ جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ہندوستان سے مسلمانوں کو ہجرت کر کے پاکستان آنا پڑا۔ انہوں نے اپنے گھر، اپنے کاروبار، اپنے مال و جان، اپنی زمینیں اور کھیت، حتی کہ اپنے وطن کو بھی خیر باد کہا۔ اور اپنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عزتوں اور عصمتوں کی قربانی دی۔ اور قافلوں کی شکل میں لاتعداد قتل ہوئے۔ وہ دکھ، اذیتیں، بھوک، سفر کی طویل صعوبتیں اور طرح طرح کی جانی اور مالی تکلیفیں برداشت کر کے پاکستان کی حدود میں داخل ہوتے اور سجدہ ریز ہو جاتے۔

۴۔ یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے۔ جس میں مختلف اقوام اور نسلوں کے لوگ بستے ہیں۔ دنیا میں تقریباً ۱۸۷ ممالک موجود ہیں۔ ان میں مختلف عقیدوں اور مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ ہر ملک اپنے مخصوص انداز فکر کی روشنی میں ملک کا نظم و نسق چلاتا ہے۔ ہر ملک، ہر قوم اور ہر عقیدے کے لوگوں کی یہ تمنا اور خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنے عوام کو اقوام عالم کے مقابلے میں اعلیٰ، بہترین اور پر کشش معاشی اور معاشرتی نظام مہیا کریں۔ انتظامیہ اور عدلیہ ایسی ہو جو انتظامی امور اور انصاف کے تقاضے پورے کرے۔ اور اس کا کوئی ثانی نہ ہو۔ تاکہ اس کے عوام پر سکون زندگی گذار سکیں۔ اور اقوام عالم میں عدل و انصاف کی اچھی شہرت اور اعلیٰ وقار پیش کر سکیں۔ بڑے بڑے نظام جو اس وقت دنیا میں رائج ہیں۔ ان میں کیمونزم، سوشلزم، جمہوریت اور اسلامی دستور مقدس کا ازلی اور ابدی نظام شامل ہیں۔ ہر نظام اپنے اپنے ملک میں عوام کی ضرورت اور خواہش کے مطابق مرتب کر کے حکومتیں معرض وجود میں آتی ہیں۔ ماحول، واقعات اور

عوامی رائے کے تحت، وقت کے ساتھ ساتھ ردوبدل یا کمی بیشی کر کے ضروری قانون سازی کی جاتی ہے۔ اور پھر آئین کے سانچے میں ڈھال کر ان کو نافذ العمل بنا دیا جاتا ہے۔ مغرب میں جمہوریت، چین میں سوشلزم، روس میں کیمونزم اور اسلامی ممالک میں اسلامی نظام اپنے اپنے دستور کی روشنی میں معاشرتی اور معاشی نظام کی تشکیل کرتے ہیں۔ کہیں ماں کے نام سے اولاد کی پہچان ہے۔ اور باپ کی نشاندہی ضروری نہیں۔ کسی ملک میں نوجوان اور بوڑھے جوڑے بغیر شادی کے دوستی کی زندگی گذارتے اور بچے پیدا کرتے ہیں۔ کہیں ہم جنس سے جنسی فعل کی آزادی ہے۔ اسی طرح معاشرتی اور معاشی عدل وانصاف کے تقاضے حسب ضرورت قانونی حیثیت دے کر اپنے اپنے ملک کو چلا رہے ہیں۔ اسلام بھی ایک مکمل، معاشرتی اور معاشی دستور مقدس کے مطابق اپنے پیروکاروں کو مہیا کرتا ہے۔

دو بنیادی نظریات

۵۔ مسلمانوں کو اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات عطا کرتا ہے۔ جس میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ دستور مقدس کسی انسان کی اختراع نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ایک ایسا جامع الہامی نظام حکومت ہے۔ جو انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس دستور کے مطابق ریاست کا حاکم اعلیٰ اللہ تبارک تعالیٰ ہیں۔ اس نظام کی روشنی میں ایک مجلس شوریٰ چنی جاتی ہے۔ اس کے بعد یہ مجلس شوریٰ اپنا ایک امیر نامزد کرتی یا چن لیتی ہے۔ جس کو امیر المومنین کہتے ہیں۔ امیر ہو یا مجلس شوریٰ کا کوئی رکن وہ خود بھی اس دستور مقدس کی من وعن اطاعت کرتا ہے۔ اور اسی طرح عوام یا رعایا سے بھی اسلام

کے اصولوں کی اطاعت کروانے کا پابند ہوتا ہے۔اس دستور کی روشنی میں حکومتی نظام چلایا جاتا ہے۔مجلس شوریٰ کے ممبر کی بنیادی خوبیاں اہلیت اس کا دیندار اور پرہیزگار، متقی ، صالح، منصف مزاج، ایثار و نثار، اور احسان کے جذبہ سے سرشار ہونا ہیں۔ وہ دنیاوی غرض اور لالچ سے پاک، سادہ زندگی اور ضروریات قلیل رکھتا ہے۔یعنی جتنا کوئی شخص حضور نبی کریم ﷺ کی عملی زندگی کے قریب ہوگا۔وہ اتنا ہی دین کے قریب ہوگا۔وہ اپنا نام سیلیکشن یا الیکشن کے لئے خود پیش نہیں کر سکتا۔ بلکہ لوگ اس کی ذاتی اہلیت ،شرافت اور دینداری کو مد نظر رکھ کر اس کا نام تجویز کرتے ہیں۔اور رائے عامہ کی منظوری سے منتخب یا چن لیتے ہیں۔ ہر ممکن ان نمائندوں کا چناؤ صرف اور صرف انہی بنیادوں پر کرنا ہوتا ہے۔مجلس شوریٰ کے نمائندے ہوں یا امیر المومنین جب ان کے چناؤ کے بعد ملکی ذمہ داریاں ان کو سونپی جاتی ہیں۔تو ان کے عمل کو ملک کا ہر فرد پرکھنے کا دستور مقدس کے احکام کے تحت مکمل اختیار رکھتا ہے۔وہ خلیفہ وقت سے پوچھ سکتے ہیں۔کہ یہ کرتہ ایک چادر سے تو بن نہیں سکتا۔آپ نے کیسے بنایا ہے۔اور خلیفہ وقت اس کا جواب دہ ہوتا ہے۔جہاں معاشی نظام عدل پر قائم ہوتا ہے۔ وہاں معاشرتی نظام بھی انصاف کے تقاضے پورے کرتا ہے۔اگر خلیفہ وقت کا بیٹا حدود کا مرتکب ہوتا ہے۔تو اس کو بھی اسی دستور کی روشنی میں دروں کی سزا دی جا رہی ہے۔غرض یہ کہ وہ عدل و انصاف قائم رکھنے سے پابند ہوتے ہیں۔

۶۔ دستور مقدس ایک ایسا ضابطہ حیات ہے۔جس میں معاشی ، معاشرتی ، اخلاقی ،قدروں کے پہنچنے کے لئے پوری انسانیت کو ایک جیسا ماحول ایک جیسے واقعات اعلیٰ ترین فطرتی صفات ادنیٰ اعلیٰ کے لئے یکساں مواقع مہیا کرتا ہے۔

اور معاشرے کی تشکیل اس انداز سے کرتا ہے۔ جہاں انسانوں کے حقوق اور فرائض کا پورا تحفظ میسر ہوتا ہے۔ اخلاقی اور روحانی رویوں میں اخوت اور ایثار، درگزر، عفو، صبر، تحمل، برداشت، عدل وانصاف، انسانیت کے لئے بے ضرر اور پھر منفعت بخش کرداروں کی تشکیل اس انداز سے کرتے ہیں۔ کہ کوئی دوسرا نظام اس جیسا کارکن یا نمائندہ تیار کر ہی نہیں سکتا۔ صرف یہی منازل طے کرواتا اور جلا بخشتا ہے۔ اور معاشرہ عدل وانصاف اور حسن اخلاق کی درس گاہ بن جاتا ہے۔ معاشی اور معاشرتی اقدار کو پہنچنے کے لئے مکمل یکساں تحفظ فراہم کرتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک دستور مقدس کو پاکستان میں رائج نہ ہونے دیا گیا۔ وہ نصب العین، وہ تصور جس کی خاطر یہ سب قربانیاں دی گئیں۔ اور الگ ملک حاصل کیا گیا۔ عملی طور پر ملت کو اس سے الگ کر دیا گیا۔ اور اسلام کو صرف پڑھنے اور سننے تک محدود کر دیا گیا۔ عمل سے خارج ہو کر صرف کتابی چیز بن کر رہ گیا ہے۔

۷۔ جن دو قومی نظریات کی بنا پر الگ ملک پاکستان حاصل کیا گیا۔ اس نظریہ کے منافی اور متضاد مغربی جمہوری نظام کے طریقہ کار کے تحت حکومتیں قائم اور ختم ہوتی رہیں۔ صاحبان اقتدار جمہوریت کی آڑ میں ملکی خزانے اور وسائل پر شب خون مارتے رہے۔ انتظامیہ اور عدلیہ کو ذاتی اقتدار اور وسائل پر قبضہ قائم رکھنے کے لئے بری طرح استعمال کرتے رہے۔ اور ان کو اصل فریضہ سے الگ تھلگ کر دیا گیا۔ ملک میں غاصبانہ نظام قائم کر دیا گیا۔ عوام الناس اخلاقی طور پر نہایت پست اور عملی طور پر بدترین کرپٹ ماحول میں پرورش پاتے رہے۔ ان گنتی کے چند بدقماشوں اور بدمعاشوں نے ملک کے چودہ پندرہ کروڑ انسانوں

کو ان کے بنیادی عقیدے تصور اور دین کی تعلیمات سے متضاد اور متصادم تعلیمی، انتظامی، عدالتی، معاشی، معاشرتی نظام کو عملی طور پر ملکی سطح پر قانونی تحفظ دے کر نافذ اور رائج کر دیا۔ ملک کے یہ تمام ادارے ۵۲ سال تک اپنی شب و روز کی بھرپور محنت سے، انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک، ملی کریکٹر کو ان سانچوں میں ڈھالتے رہے۔ اور نشر و اشاعت کے تمام ادارے اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹی وی، جمہوریت کی افادیت کے گیت گاتے چلے آ رہے ہیں۔ ملک کے یہ تمام ادارے مغربی تہذیب کی تربیت گاہ بن چکے ہیں۔ سودی نظام یہودی کا اپنا لیا گیا۔ چار قومیتی نظام یعنی برہمن، ویش، کھشتری، شودر کا انسانیت سوز دھرم ہندوازم سے حاصل کر کے سرکاری نظام میں رائج کیا گیا۔ یعنی ہندوازم کے ان چار درجات کو قانونی تحفظ دے کر اسلام کی روح کے برعکس پاکستان کو برہمن نگر بنا دیا گیا۔ انتظامیہ اور عدلیہ ان دس بارہ ہزار جاگیرداروں، اور سرمایہ داروں کے تحفظ اور ان کے قائم کردہ فاسقانہ، فاجرانہ، ظالمانہ، نظام کو قائم رکھنے اور بروئے کار لانے کے لئے سرکاری مشینری کو استعمال کرتی رہی۔ بڑی بدنصیبی کی بات یہ ہوئی۔ کہ پاکستان میں کسی ایک سیاسی یا دینی جماعت نے بھی جمہوریت، یہودیت، اور ہندوازم کو مسترد نہ کیا اور اس کے تحت چلنے والی حکومتوں یا انتخابات کا بائیکاٹ تک نہ کیا۔ لوگوں کو ہمیشہ یہ تصور پیش کیا گیا۔ کہ جمہوری نظام اسلام کے قریب ترین ہے۔ لیکن یہ بدنصیب بھول گئے۔ کہ اسلام اور کفر کی حدیں بھی بالکل اسی طرح قریب ترین ہیں۔ لیکن کفر کفر ہے۔ اور اسلام اسلام ہے۔ ملک میں تمام دینی مدارس، مسجدیں، اور عوام صرف اور صرف اسلامی تعلیمات پڑھنے اور سننے کی حد تک

محدود ہو چکے ہیں۔ اور دوسری طرف جمہوریت کے زیر قیادت غیر اسلامی، انتظامی اور عدالتی، معاشی، معاشرتی، تعلیمی، فاجرانہ، فاسقانہ، باطل قوانین اور ضوابط کو ملکی سطح پر رائج رکھنے کے بعد مسلمان کہلانا کہاں تک جائز ہے؟۔ یہ صریحا اسلام کے ساتھ زیادتی، ظلم، دغابازی، دھوکا اور فریب ہے۔ مسلمانوں سے تباہ کن سازش کا کھیل کھیلا گیا۔ سیاسی جماعتوں کے جاگیردار، خان بہادر، وڈیرے، سرمایہ دار، رہبر و راہنماؤں کے لئے اقتدار کی جنگ جیتنے کے اصول و ضوابط وہی ہیں۔ جن پر یہ چل رہے ہیں۔ اور دین کو ملکی سطح پر رائج کرنے کا طریقہ بالکل جدا ہے۔ ضرورتوں، خواہشوں، اقتدار، اور حکومتوں کے طالب اس منزل کے راہی نہیں ہو سکتے۔ سومنات کی پوجا کرنے والے کلمہ حق کی ضرب کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اصحاب صفہ جو انسانیت کا محور ہیں۔ وہ ان اسمبلیوں میں نہیں پلتے۔ حق اور سچ کا پہرہ سفلی انسانوں کا مقدر نہیں ہوتا۔ یہ طیب فریضہ عالم دین، درویش، فقیر اور بوریا نشین ہی ادا کر سکتے ہیں۔

۸۔ آزادی کے بعد جلد ہی ملک ایک المیئے میں مبتلا ہو گیا۔ اور پوری ملت کو دردناک واقعات، اذیت ناک مصائب، اندوہناک اور خوفناک حالات، بد عملی اور بدعہدی، اخلاق سوزی، ظلم و تشدد، لوٹ کھسوٹ، ناانصافی، حق تلفی کی درس گاہ بنا دیا گیا۔ انتظامیہ اور عدلیہ کا غیر اسلامی اور فرسودہ نظام، رشوت، سفارش، دہشت گردی، برسر اقتدار طبقہ کے گھناؤنے جرائم سے واسطہ پڑ گیا۔ جس کا پاکستان بناتے وقت اور ہندوستان سے ہجرت کرتے وقت کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ سو سال کی غلامی کے بعد مسلمانان ہند کو انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی سے نجات اور آزادی نصیب ہوئی۔ تو ملک کا نظام ان ہاتھوں میں چلا

گیا۔ جو اسلامی دستور ملک میں نافذ العمل کرنے کے حق میں نہ تھے۔ ان کو تو صرف معاشی وسائل اور اقتدار حاصل کرنا ہی مقصود تھا۔ وہ تو پہلے ہی اپنے ہم وطنوں کے ساتھ ظلم، زیادتی اور انگریزوں سے معاونت کر کے ایک ایسے جرم کے مرتکب ہو چکے تھے۔ جس کا حساب اب تک ان کے ذمہ واجب الادا ہے۔ انہوں نے انگریزوں کے ساتھ تعاون کیا۔ اور ان کی حکومت قائم کرنے میں پوری پوری معاونت کی۔ اس عظیم تعاون کے عوض ان لوگوں کو سر، خان بہادر، نواب، سردار اور دیگر خطابات سے نوازا گیا۔ اور انہی کارناموں کی وجہ سے ان کو جاگیریں، اور وظیفے عطا کیے گئے۔ اور عیش وعشرت سے بھرپور آسائیں اور سہولتیں انہیں میسر ہوئیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے مغلیہ خاندان کی حکومت ہندوستان سے مکمل ختم کی۔ ہندو تو پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف تھے۔ انہوں نے اس وقت انگریزوں کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اس کے عوض انہوں نے معاشی فوائد، اور سرکاری ملازمتیں حاصل کیں۔ ہندوستان سے مسلمانوں کے اچھے گھرانوں کا چن چن کر خاتمہ کیا گیا۔ یہاں تک مغلیہ خاندان کے افراد اور ایسے تمام مسلمان جنہوں نے انگریزوں کا ساتھ نہ دیا۔ ان کو بڑی بے رحمی سے قتل کر دیا تھا۔ اور باقی جو بچے وہ شہروں سے دور دراز کے دیہاتوں کی طرف جان بچانے کے لئے بھاگ گئے۔ گمنامی اور کسمپرسی کی حالت میں زندگی گذارنے لگے۔ بہادر شاہ ظفر مغلیہ خاندان کی آخری نشانی تھا۔ انگریزوں نے اسے رنگون کی جیل میں قید کیا۔ اس کے بیٹوں کے سر کھانے کی میز پر چنے گئے۔ ان تکلیفوں اور اذیتوں نے اس کی زندگی کا چراغ گل کیا۔ وہ حالت قید میں دم توڑ گیا۔ اس نیک دل درویش بادشاہ کی قبر رنگون میں ہے۔

خود اسی نے کبھی کہا تھا۔

کس کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں

۹۔ جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور ہندوؤں کے تعاون سے انگریزوں نے ہندوستان میں اپنے قدم جمائے۔ اور مسلمانوں کی حکومت کو ختم کیا۔ اور ایک پوری صدی تک ہندوستان پر حکومت کرتے رہے۔ انہوں نے اس ملک پر قبضہ قائم رکھنے کیلئے انتظامیہ اور عدلیہ کا جابرانہ اور ظالمانہ نظام رائج کیا۔ مسلمانوں کو سخت اذیتیں اور سزائیں دیں۔ تا کہ اتنے بڑے ممالک میں ان کے خلاف کوئی بھی چوں چراں نہ کر سکے۔ انگریز ہندوستان کو سونے کی چڑیا کہتا۔ اور یہاں سے مال و دولت سمیٹ کر انگلستان لے جاتا۔ لوگ غربت افلاس، بے بسی، بے کسی کی عبرت ناک زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے۔ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کو طویل کوششوں اور قربانیوں کے بعد آزادی ملی۔ اور پاکستان معرض وجود میں آیا۔ دنیا کی تاریخ میں یہ پہلی نظریاتی ریاست بنی۔ جو پاکستان کے نام پر قائم ہوئی۔ لیکن بدقسمتی سے ان سیاستدانوں نے ملک کو اسلامی ضابطہ حیات میسر نہ ہونے دیا۔ اور ملک وملت ناگہانی آفات میں بری طرح پھنس گئی۔

۱۰۔ قائداعظم محمد علی جناح کی سیاسی بصیرت اور اعلیٰ صلاحیتوں کی انتھک کاوشوں سے یہ ملک قائم تو ہو گیا۔ لیکن ان کی صحت گرتی گئی۔ آخر ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء میں اس سرائے فانی کو الوداع کہہ گئے۔ ان کی وفات کے بعد ملک وملت یتیم ہو گئے۔ اور وارثوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے۔ اس سے جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ نے کیا۔ اور ملک پر قابض ہو گئے۔ ان کے پاس نہ کوئی بصیرت نام کی چیز تھی۔ نہ ملک وملت کی رہنمائی کے لئے اہلیت۔ انہوں نے اپنا قبضہ مستحکم رکھنے

کے لئے ملک پر کوئی آئینی ڈھانچہ نافذ نہ کیا۔ اور اسلامی دستور کو دیدہ دانستہ نافذ العمل نہ ہونے دیا۔ انگریزوں کے مروجہ نظام کو جوانہوں نے ایک محکوم قوم کو بری طرح کچلنے کے لئے قائم کر رکھا تھا۔ اس کو ہی اپنایا۔ ملک میں جمہوری نظام قائم کیا۔ اس کو اس طرح ترتیب اور ترکیب دیا تاکہ اس استحصالی طبقہ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص حکومتی مشینری میں شمولیت کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ جاگیرداروں اور سرمائے داروں نے اپنے اپنے علاقوں کی نشاندہی کرلی۔ اسی علاقے میں یہ لوگ الیکشن میں کھڑے ہوتے چلے آرہے ہیں۔ ایم پی اے اور ایم این اے کا الیکشن لڑتے ہیں۔ اور انہی میں سے کامیاب ہوکر چاروں صوبائی اسمبلیوں اور وفاقی اسمبلی میں پہنچتے ہیں۔ جو ان الیکشنز میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ ان کو یہی ممبران سینیٹر چن کر ایوان اعلیٰ کا رکن منتخب کر لیتے ہیں۔ جمہوریت کی سیاست میں صرف اور صرف یہی دس بارہ ہزار نفوس پر مشتمل استحصالی طبقہ ملک کی سیاست کے سیاہ وسفید کا مالک ہے۔ اپنے اپنے علاقوں میں استحصالی طبقہ کا پورا کنٹرول ہوتا ہے۔ تھانے، بدمعاش، عدالتیں، ان کے کنٹرول میں ہوتی ہیں۔ اور ان کے یہ ورکرا لیکشنوں میں ہر قسم کی بداعمالی اور ہر طرح کی معاونت کا کردار ادا کرتے ہیں۔ جس کے صلہ میں تھانوں، عدالتوں اور تمام دوسرے محکموں سے ہر قسم کا جائز اور ناجائز کام ان کی وساطت سے لیتے رہتے ہیں۔ اس کے دوسرے ضروری لوازمات اور کثیر اخراجات یہی لوگ برداشت کر سکتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے معاشی اور معاشرتی وسائل اور اپنے اثر و رسوخ کی بناپر، ایم پی اے، ایم این اے کے الیکشن کے ذریعہ منتخب ہوکر چاروں صوبائی اسمبلیوں اور وفاقی اسمبلی تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور جو لوگ ان

الیکشنوں میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ان کو یہی لوگ سینٹ کے اعلیٰ ایوان کے نمائندے منتخب کر لیتے ہیں۔ دراصل جمہوریت کے نظام کے صرف یہی لوگ علمبردار ہوتے ہیں۔ اور یہی کردار ان تمام ایوانوں پر کامیاب ہو کر براجمان ہو جاتے ہیں۔ باقی چودہ پندرہ کروڑ عوام ان کے ووٹر ہوتے ہیں۔ وہ زندہ باد اور مردہ باد کے نعروں کے عذاب میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں۔ جمہوریت کی اکیڈمی میں ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۹۹ء تک یعنی ۵۲ سال سے یہی نصاب رائج ہے۔ جاگیردار، وڈیرے، سرمایہ دار اس ادارے کے ارکان ہیں۔ اور یہی لوگ تمام ایوانوں کے ممبران منتخب ہوتے ہیں۔ اور ان پر قابض ہو کر حکومتی مشینری کے مشیر، وزیر، وزیر اعلیٰ۔ گورنر، وزیر اعظم، چیئرمین سینیٹ اور صدر کے عہدوں پر فائز ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بقیہ منظورِ نظر افراد کو بیرونی ممالک میں بطور سفیر بھیج دیا جاتا ہے۔ ملک سے لے کر بین الاقوامی سطح تک ان کے شکنجے کی گرفت نہایت مضبوط ہوتی ہے۔ ملک کے تمام وسائل اور سرکاری خزانے ان کی صوابدید پر ہوتے ہیں۔ یہ سیاہ و سفید کے کلی مالک ہوتے ہیں۔ انتظامیہ اور عدلیہ کے ذریعے چودہ پندرہ کروڑ انسانوں کو قیدیوں جیسا نہیں باغیوں جیسے دردناک، اذیت ناک سلوک سے دوچار کر کے ان کو اپاہج اور معذور بنا دیا جاتا ہے۔ ملک میں اتنی بڑی معاشی ناہمواری اور تفاوت کے جرم کے خلاف کوئی قانون نہیں ہے۔ جس کے تحت اس ظلم اور زیادتی کے خلاف انتظامیہ اور عدالتیں کوئی کاروائی عمل میں لا سکیں۔ ملک کے تمام محکمے یا ادارے ان کے حکم کے پابند ہوتے ہیں۔ ظلم، زیادتی، حق تلفی، دہشت گردی، ڈاکہ زنی، لوٹ کھسوٹ، اور قتل و غارت کے کام جمہوریت کے

ان اعلیٰ نمائندوں کے زیر قیادت پنپتے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے ہی عوام الناس کو ملک میں بے روزگاری، بھوک، افلاس، غربت کی بھٹی کا ایندھن بنایا ہوا ہے۔ سب سے پہلے ان سے روزگار کے ذرائع چھین کر معاشی قتل کی بھیانک چتا میں جھونک دیا جاتا ہے۔ وہ سسک سسک کر زیست کے دن کسمپرسی کی حالت میں بے یار و مددگار گذارنے پر مجبور کر دیئے جاتے ہیں۔ ان کی اولادوں پر سالہا سال ادنیٰ اور اعلیٰ سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ انکی ذاتی فیکٹریوں اور کارخانوں اور زمینوں میں مزدوروں، ہنرمندوں اور کارکنوں سے جانوروں سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ اور معاوضہ اتنا قلیل کہ زندہ رہنا ممکن نہ ہو۔ یہ جان بوجھ کر ایسے حالات پیدا کرتے ہیں۔ تاکہ عوام الناس روزگار کی تلاش میں سرگرداں رہیں۔ اور ان خرکاروں کے خلاف کسی قسم کی آواز نہ اٹھا سکیں۔

۱۱۔ اس کے علاوہ بجلی، سوئی گیس، پانی، ٹیلی فون کے بل مکان کا ٹیکس، سیلز ٹیکس، پرچیز ٹیکس، انکم ٹیکس، پل ٹیکس، اور روڈ ٹیکس، موٹر وے ٹیکس، چونگی ٹیکس، ضلع ٹیکس، پیدائش ٹیکس، موت ٹیکس، ان ٹیکسوں کی سرنجوں سے عوام الناس کے بدن سے معاشی خون اس طرح کھینچ لیتے ہیں۔ کہ وہ سسک سسک کر اس معاشی لاعلاج کینسر میں دم توڑ دیتے ہیں۔ اور یہ اس ملکی دولت اور وسائل سے گل چھرے اڑاتے اور عیش و عشرت کی زندگی گزارتے رہتے ہیں۔ ان صاحب اقتدار بدنصیبوں، بدکرداروں، اور بد اعمالوں نے ٹیکسوں کا لامتناہی عذاب مغربی ملکوں کے طرز نظام سے اخذ کرکے پاکستان میں بھی نافذ العمل کر دیا ہے۔ یہ دردناک، اذیت ناک، سنگدلی اور ستم ظریفی کی انتہا ہے۔ کہ کسی فرد یا

کنبہ کا کوئی کاروبار، کفالت کا سبب، محنت مزدوری، یا ملازمت ہو نہ ہو۔ یہ بل اور یہ ہر قسم کے مروجہ ٹیکس کی رقوم کی ادائیگی ان کے زندہ رہنے کی بدترین سزا ہے۔ کسی بیوہ، کسی یتیم، بوڑھے، نادار، بیمار، بے کس، ناتواں، پنشنر کو ان بلوں، یا ٹیکسوں کی ادائیگی میں کسی قسم کی گنجائش، رعایت یا معافی نہیں ہے۔ ان کے تمام سرکاری محکمے خرکاروں، اور دہشت گردوں اور جلادوں کا رول ان بلوں، اور ٹیکسوں کو وصول کرنے کے لئے بروئے کار لاتے ہیں۔

۱۲۔ ان عشرت کدوں میں پلنے والے فرعونوں، بداعمالوں کو اتنی بات کون سمجھائے۔ کہ مغربی ممالک تو پہلے فرد اور کنبہ کو ذرائع معاش مہیا کرتے ہیں۔ ہر کس و ناکس کی آمدنی کا منصفانہ تناسب مقرر اور مروج کرتے ہیں۔ اس کے مطابق ایک جیسے ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ اگر کوئی حکومت وقت اپنے لوگوں کو روزگار مہیا نہیں کرتی۔ تو عوام کو باعزت زندہ رہنے کے لئے معقول الاونس اس وقت تک ادا کرتی ہے۔ جب تک ان کو روزگار مہیا نہیں ہو جاتا۔ یہ سارا نظام اور طریقہ کار صرف اور صرف چودہ پندرہ کروڑ عوام الناس پر مسلط ہے۔ ان کے عشرت کدے بہت بڑے اور شان و شوکت میں انتہائی عظیم اور ان کے روزمرہ کے اخراجات بے پناہ ہوتے ہیں۔ یہ کھیل صرف جمہوریت میں ہی کھیلا جا سکتا ہے۔ اسلام ایسے تفاوت کو کسی حالت میں بھی قبول نہیں کرتا۔

۱۳۔ ملک کی چودہ پندرہ کروڑ آبادی میں سے ۸۰ فی صد آبادی دیہاتوں میں کھیتی باڑی بڑی محنت اور جانفشانی سے کرتی ہے۔ ملکی پیداوار حاصل کرنے والا یہی طبقہ ریڑھ کی ہڈی کا کام کرتا ہے۔ وہ پورے ملک کو خوراک اور لباس مہیا کرنے کی بنیادی ضرورت پوری کرتا اور ملک کو معاشی طاقت مہیا کرتا ہے۔

یہی طبقہ گندم، مکئی، باجرہ، جو، چنے، دالیں، چاول، گڑ، شکر، چینی اور ہر قسم کے پھل آم، انار، سیب، کیلے، ناشپاتی، مسمی، مالٹا، فروٹر، لیموں، انگور، لوکاٹ، خوبانی وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں ہر قسم کی سبزیاں، پیاز، لہسن، مرچ، ہلدی، کدو، ٹینڈے، بھنڈی، کالی توری، گھیا، پیٹھا، کریلا، مٹر، ٹماٹر، آلو، گوبھی، دھنیا، شلغم، مولی وغیرہ کھانے کے لئے دودھ، گھی، دہی، مرغی، انڈہ، پھر خوراک میں بکری، گائے، بھینس کا گوشت، اور پہننے کے لئے روئی، اون، کپڑا مہیا کرتا چلا آرہا ہے۔ ملک کے تمام کارخانوں اور ملوں کا خام مال (Raw Material) یہی ۸۰ فی صد آبادی مہیا کرتی چلی آرہی ہے۔ ملک نے ان عظیم، ایماندار، محنتی، جفاکش، محب وطن، انسانوں کو جنہوں نے ہر قسم کی ضرورت کا ذمہ ملک کے چودہ کروڑ انسانوں کے لئے ایمانداری اور دیانت داری سے اٹھا رکھا ہے۔ اب تک کیا سلوک کیا ہے؟ ان محسنوں کے ساتھ ان کا معاشی اور معاشرتی رویہ نہایت بھیانک اور تذلیل آمیز رہا ہے۔ یعنی ان کو ہندو ازم کے آخری درجے کی گوت یعنی شودر بنا رکھا ہے۔ معاشرے میں ان کو دیہاتی اور بے وقوف کہہ کر تذلیل کرتے ہیں۔ ان کی محنت وکاوش سے تیار شدہ فصلیں، مصنوعی کھاد، ادویات، بجلی کے بلوں اور دوسرے ٹیکسوں کے ذریعہ ان سے چھین لیتے ہیں۔ ان کو جاہل اور ان پڑھ تصور کرتے ہیں۔ پاؤں سے ننگا، جسم سے ننگا، تعلیم سے محروم، دیہاتی، پسماندہ زندگی گذارنے والا فطرت کا شاہکار، جس کی مسجد اس کے کھیت، جس کا رزق طیب، جو کھیتی باڑی کے نظام کا عارف، جو فصلوں کے موسم سے آشنا، جو بیجوں کی اقسام، اور خوبیوں سے واقف، جو فصلوں، بیماریوں اور علاج کا محرم، جو باغوں، پھلوں اور جانوروں

کی آفرینش کا ذمہ دار اور محافظ، جو زمین کی تیاری، بیج کی مقدار اور وقت پر پانی دینے، جڑی بوٹیاں، تلف کرنے اور گوڈی کرنے کے فن کا فنکار، درخت، پودے باغ لگانے اور ان سے لکڑی، پھل، اور پھول حاصل کرنے کا راز داں، یہ ربوبیت کا آشناء اپنے شعبے کا بہترین انجینئر، اور ڈاکٹر مگر یہ فصلوں، درختوں، جانوروں، پھلوں سے نہ رشوت لیتا ہے۔ نہ فیس، اس لئے نہ اس کے پاس رشوت کے تعفن سے تیار کئے ہوئے محل ایئر کنڈیشنڈ کاریں، ٹیلی فون، نہ دفاتر، نہ وہ ان جیسی تعلیم اور ڈگری رکھتا ہے۔ وہ کوٹھیوں، محلوں، دفتروں کی بلڈنگوں سے بے نیاز وہ گرمی، سردی میں کھلے آسمان تلے اللہ میاں کے ایئر کنڈیشنوں سے قدرتی گرم وسرد فضاؤں میں محنت یوں کرتا ہے، کہ جیسے اس دنیا میں سب کچھ اس کا ہے۔ اور زندگی یوں سادہ بسر کرتا ہے۔ جیسے اگلا لمحہ موت کا ہو۔ جب یہ محنت کش مزارع، نوابوں، سرداروں، جاگیرداروں کی اذیتوں، بجلی کے بلوں، کھادوں، اور ادویات کی ادائیگیوں، مفلسی، تنگ دستی کے عذاب سے بغاوت کرکے شہروں کیطرف رجوع کرتا ہے۔ تو یہاں فیکٹریوں، ملوں، کارخانوں میں مزدوری کے لئے سرمایہ داروں، بے رحم مالکوں، اور خرکاروں کے شکنجے میں پھنس جاتا ہے۔ وہ فیکٹریوں، ملوں میں سخت سے سخت اور مشکل سے مشکل مشقت کا کام سرانجام دیتا ہے۔ یہ تمام ملیں، فیکٹریاں، اس کے دم سے آباد ہیں۔ چودہ کروڑ انسانوں کو جہاں خوراک، لباس، اور دیگر ضروریات مہیا کرتا ہے۔ وہاں یہی طبقہ ملک کا زرمبادلہ کمانے اور حاصل کرنے کا بنیادی عنصر اور وسیلہ بھی ہے۔ اس کے برعکس اس کی محنت کا ہرجانہ یعنی تنخواہ اتنی قلیل کہ نہ وہ زندہ رہ سکے۔ اور نہ وہ مر سکے۔ وہ سسک سسک کر اس جابر و ظالم نظام میں دم

توڑ جاتا ہے۔ دیہاتوں میں جاگیرداروں، سرداروں، نوابوں، اور شہروں میں سرمایہ داروں کے معاشی قتل کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس نظام میں سیاسی وڈیرے جمہوریت کی ڈگڈگی بجا کر ملکی وسائل اور سرکاری خزانہ پر قابض ہو جاتے ہیں۔ اور کروڑوں انسانوں کو معاشی، معاشرتی، انتظامی اور عدالتی بھٹیوں کا ایندھن بناتے چلے آرہے ہیں۔ اس طرح ملت کو جمہوریت کی سیاست میں تقسیم کر کے الیکشن میں صرف ان سے ووٹ ڈالنے تک کا کام لیا جاتا ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے خلاف زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگوانے تک محدود اور محو رکھا جاتا ہے۔

۱۴۔ جمہوری طرز سیاست جب تک اس ملک میں نافذ العمل اور قائم رہے گا۔ تب تک یہی جاگیردار اور سرمایہ دار نسل درنسل صوبائی اسمبلی اور وفاقی اسمبلی اور سینیٹ پر قابض رہیں گے۔ مشیر، وزیر، وزیر اعلیٰ، گورنر، وزیر اعظم، چیئرمین سینیٹ، صدر، اور سفیر ملک کے اندر اور ملک کے باہر، یہی سب دندناتے پھریں گے۔ ملک کے تمام وسائل اور سرکاری خزانے دیمک کی طرح چاٹتے رہیں گے۔ اور عوام معاشرتی اور معاشی وبال میں پھنسے رہیں گے۔ یہ مراعات یافتہ طبقہ، کسی شرعی نظام ملک میں نافذ کرنے کے حق میں نہیں ہو سکتا۔ ان کو یہ سیاست دان اپنے اس عمل میں یوں گرفتار کر لیتے ہیں۔ کہ ان کے پاس ان سے بچنے کا کوئی متبادل راستہ اور شعور نہیں ہوتا۔ وہ جماعتوں کی عقیدتوں میں منقسم ہوتے ہیں۔ یہ سبھی جماعتیں ایک دوسرے کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے ان کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور اشتعال دلا کر ان سے جلوس نکالنے اور ملک میں سرکاری املاک کو توڑنے پھوڑنے، پولیس کی گولیاں اور ڈنڈے کھانے، مقدموں میں

ملوث اور سزائیں دلوانے تک کے کام لیتے ہیں۔ جب حکومت اور اقتدار حاصل کر لیتے ہیں۔ تو ان ورکروں اور عوام کا وہی حشر، وہی داستان کہ پہلی حکومت خزانہ خالی کر گئی۔ پھر ان کو حکومت چلانے کے لئے ٹیکسوں کے بوجھ مزید بڑھانے پڑتے ہیں۔ باری باری برآنے والی حکومت اسی ورد اور وظیفہ کو الاپنا شروع کر دیتی ہے۔ عوام سے ٹیکس اور آئی ایم ایف سے قرضے، اور ان کی عیاشیاں، شاہ خرچیاں، کہ ملت کے خزانے کو مال غنیمت سمجھ کر بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ اور لوٹنے کے عمل کو جاری رکھنے میں اب تک کامیاب ہوتے چلے آرہے ہیں۔ ان کے کردار بھیا تک تعفن سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ سیاسی گدھیں ملک وملت کی بے جان، بے حس لاش کو جھوٹی آس، امید، امنگوں، طفل تسلیوں، اور تشفیوں کی آکسیجن کے مصنوعی سانس سے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں وہ ملک میں اسلام کیوں نافذ کریں۔ کیونکہ اس میں اس قسم کی کسی بھی انسان کے لئے ایسی مراعات اور ناانصافی کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سارا نظام، یہ محفلیں، یہ سرکارے عہدے، یہ بیوی بچے، عزیز و اقارب، اس جہان فانی سے ہی تمام رشتے میسر آئے تھے۔ اور یہیں ان کو الوداع کہہ کر رخصت ہونا لازم ہوگا۔ انسان کے ساتھ اس کے اچھے اور برے اعمال قیامت تک اس کا ساتھ دیں گے۔ شائید یہ بات اتنے بڑے قافلے میں سے کسی کی سمجھ میں آجائے۔ اور اس کے نصیب اس کی یاوری کر جائیں۔ ایسے انسان کی دنیا اور آخرت روشن، منور، قائم اور دائم رہے گی۔

۱۵۔ ملک میں سیاسی لیڈران اقتدار کی جنگ لڑتے رہتے ہیں۔ انہوں نے ملت کو جماعتوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ حکومت اور اپوزیشن جماعتیں اسمبلیوں

کے اندر اور باہر جوڑ توڑ کا عمل جاری رکھتی ہیں۔ ہر قسم کی مراعات، لاکھوں کروڑوں کی بولیاں لگتی رہتی ہیں۔ اقتدار میں شمولیت اور وزارتیں پیش کی جاتی ہیں۔ اور پھر اچھی اور زیادہ منفعت بخش وزارتوں کے جھگڑے علیحدہ حل کئے جاتے ہیں۔ جب بھی کسی حکومت کو اقتدار کے چھن جانے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ تو حکومت قائم رکھنے کیلئے وزیروں کی تعداد بڑھا کر موثر بلیک میلروں کو حکومت میں شامل کرلیا جاتا ہے۔ تاکہ اقتدار قائم رہے۔ جتنے وزیروں کی تعداد بڑھتی چلی جائے گی۔ ملکی معیشت پر اتنا ہی بوجھ بڑھتا چلا جائے گا۔ جتنے زیادہ یہ لوگ حکومت میں شامل ہوتے جائیں گے۔ اتنی ہی کرپشن، رشوت، کمیشن، ہر قسم کی لوٹ کھسوٹ کے دروازے کھلتے جائیں گے۔ اور چودہ پندرہ کروڑ انسان اس گھناؤنے کھیل کو بے کسی کے عالم میں دیکھ تو سکتے ہیں۔ مگر مداخلت کرنے کی جرات نہیں کر سکتے۔ وہ بے بس اور بے اختیار ہوتے ہیں۔ یعنی ان کی حیثیت ایک تماشائی کی ہوتی ہے۔ ایک وزیر کے سرکاری عملے کی تعداد جو ایک وزارت کو چلانے کے لئے درکار ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل مختصراً مندرجہ ذیل ہے:۔

وزیر، پارلیمانی سیکرٹری، مشیر، ان کے پرائیویٹ سیکرٹریز عملہ کی تفصیل

۱	سیکرٹری	۲۲ گریڈ	پرائیویٹ سیکرٹری	۱۸ گریڈ
۲	ایڈیشنل سیکرٹری	۲۱ گریڈ	پرائیویٹ سیکرٹری	۱۷ گریڈ

۳	جوائنٹ سیکرٹری	۲۰ گریڈ	پرائیویٹ سیکرٹری	۱۶ گریڈ
۴	ڈپٹی سیکرٹری	۱۹ گریڈ	پرائیویٹ سیکرٹری	۱۵ گریڈ
۵	سیکشن آفیسر	۱۸ گریڈ	پرائیویٹ سیکرٹری	۱۴ گریڈ
۶	اکاؤنٹس آفیسر	۱۸ گریڈ	پرائیویٹ سیکرٹری	۱۴ گریڈ

۱۶۔ علاوہ ازیں لیگل ایڈوائزر، سپرنٹنڈنٹ، ہیڈ کلرک، اسسٹنٹ، سینئر کلرک، جونیئر کلرک، نائب قاصد، چوکیدار، ڈرائیور، گن مین، جمعدار، مالی یعنی عملہ کی سرکاری فوج ظفر موج کے اخراجات، ان کے لئے اور ان کے عملہ کے لئے دفاتر، فرنیچر، ٹیلی فون، ایئر کنڈیشنڈ، پردے، قالین، بجلی، پانی، سوئی گیس، وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ محل نما رہائش، ٹیلی فون، لاتعداد گاڑیاں، بے شمار مراعات اور سہولتیں ان کو سرکاری خزانہ سے مہیا کی جاتی ہیں۔ پھر کئی خفیہ خزانے بھی ان کی صوابدید پر ہوتے ہیں۔ اس طرح ایک وزیر اور اس کے سرکاری عملہ کا بجٹ اور تمام اخراجات لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں گورنمنٹ کے خزانہ سے ادا ہوتے ہیں۔ ایک وزارت میں کئی ونگ ہوتے ہیں۔ ہر ونگ کا انچارج ایڈیشنل سیکرٹری ہوتا ہے۔ جمہوریت کا یہ نظام ملت اسلامیہ کے لئے ایک بہت بڑا ناسور ہے۔ جس کا مداوا صرف اور صرف شریعت محمدی ﷺ میں

ہی ہے۔

۱۷۔ پہلے مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان ملک کے دو صوبے تھے۔ ہر صوبے میں دس پندرہ وزیر اور ایک گورنر ہوتا تھا۔ دونوں صوبوں کا وزیر اعظم اور صدر ایک ہوتا تھا۔ سیاست دان اقتدار کی جنگ میں ایک صوبے کے عوام کو دوسرے صوبے کے عوام کے خلاف استعمال کرتے رہے۔ حالانکہ کسی بنگالی نے کسی مغربی پاکستانی بھائی کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی یا حق تلفی نہ کی۔ اسی طرح کسی مغربی پاکستانی نے کبھی کسی مشرقی پاکستانی سے کوئی ظلم اور زیادتی نہ کی۔ ان سیاستدانوں کی ذاتی اقتدار کی جنگ اور چپقلش نے ملک کو دولخت کر دیا۔ مغربی پاکستان کا نام پاکستان اور مشرقی پاکستان کا نام بنگلہ دیش رکھ دیا گیا۔ اس علیحدگی پر ملت خون کے آنسو روئی۔ اور دردناک صدمہ سے گذر گئی۔ سیاست دانوں کی تقسیم کا کمال یہ ہے۔ کہ انہوں نے مغربی پاکستان کے چار مشرقی پاکستان بنا دیئے۔ اور کسی کو احساس تک نہ ہونے دیا۔ کہ اس طریقہ کار سے ملک کی معیشت پر کتنا بوجھ پڑے گا۔ اور اس کے دوررس نتائج کیا ہوں گے۔ وہ تو صرف اقتدار حکمرانی اور ملکی وسائل اور خزانے پر ہر جائز و ناجائز حربے سے گرفت مضبوط رکھ کر اسے لوٹنا چاہتے تھے۔ اب لوٹ مار میں برابر کا حصہ نہ ملنے پر صوبوں کی علیحدگی کے بگل دوبارہ بجائے جا رہے ہیں۔ سرحد میں نیپ کے بعد اب پونم کی شکل میں علیحدگی پسندوں نے اپنے مورچے سنبھال لئے ہیں۔ سندھی، بلوچی، بھی اس کار خیر میں بھرپور حصہ لے رہے ہیں۔ ہر صوبہ میں مشرقی پاکستان والی فضا تیزی سے پھیل رہی ہے۔ تمام صوبوں میں ممبروں، وزیروں، مشیروں، وزیر اعلیٰ، گورنر، وزیر اعظم، سینیٹ کے ممبران کی تعداد تقریباً ہزار بارہ سو کے

قریب ہے۔ ان کی رہائشیں، دفاتر کی بلڈنگیں، گاڑیاں، ٹیلی فون، ہیلی کاپٹر، جہاز، اور ہر قسم کی سرکاری سہولتیں ان کے رحم وکرم پر ہوتی ہیں۔ ان کے محل اور عشرت کدے ملک کے اندر اور بیرونی ممالک میں قائم ودائم ہیں۔ ان کے اہم این اے ہاؤس، اسمبلی ہاؤس، کنونشن سنٹر، سپریم کورٹ ہاؤس، پریذیڈنسی اور وزیراعظم ہاؤس، اسلامی تہذیب وتمدن اور تعلیم کے منافی ہی نہیں بلکہ نمرود، شداد اور فرعون کو شرمندہ کرتے ہیں۔ اور وہ ان کی عظمت کو جھک کر سلام کرتے ہیں۔ یہ بلڈنگیں، یہ عالی شان محل، یہ گھوڑ دوڑ میدان بدنصیب سیاستدانوں بدکردار، بدمعاش، بدقماش، حکمرانوں پر دن رات لعنت بھیجتے ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں مسلمانی کا دعوی قائم رکھنا اسلام کی روح کے ساتھ زیادتی ہی نہیں بلکہ اسلامی مملکت کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔

۱۸۔ ملک کو ہر قسم کے جرائم کی آماجگاہ بنا دیا گیا ہے۔ کروڑوں عوام الناس کو ایک طرف تو بجلی، گیس، پانی کے بل، مکان کے ٹیکس، بینکوں کے قرضوں کی اقساط، وقت پر نہ جمع نہ کروانے کی سزائیں اتنی سخت کہ محکمے فوری کاروائی عمل میں لے آتے ہیں۔ کنکشن (Connection) منقطع کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جائیدادیں ضبط کر کے رقوم سرکاری خزانوں میں جمع کرادی جاتی ہیں۔ دوسری طرف ان اعلیٰ برسر اقتدار ممبروں، نمائندوں اور بڑے بڑے کارخانوں کے مالکوں، فیکٹریوں، ملوں، ٹیوب ویلوں، اور گھروں کے لاکھوں روپوں کے بل، انہیں محکموں کے تعاون سے بجلی، گیس اور ٹیکس چوری کر کے ہر ماہ ہضم کر لئے جاتے ہیں۔ ان چوروں کی چوری کے ثبوت اور گواہی کی جائیدادیں چیخ چیخ کر دیتی ہیں۔ اور ان کے جرائم کی واضح نشاندہی کر رہی ہیں۔ چور اور

چوکیدار مل کر چوری کرتے ہیں۔ اور اس کے تمام نشانات جرم کے ساتھ ہی مٹا دیتے ہیں۔ اور ان کے عملے کے ساتھ اگر کوئی سرکاری ملازم ان کی اس بدعملی کے تعاون میں رکاوٹ بنے۔ تو ان کو ملازمتی پریشانیوں اور اذیتوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ دوسری طرف غریب عوام میں سے اگر کوئی بجلی چوری کے جرم کا مرتکب پایا گیا۔ تو اس کے خلاف فوری طور پر مقدمہ درج ہو جاتا ہے۔ اور اس کو جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ اخباروں میں بھی ان لوگوں کو مشتہر کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ عوام الناس ان ادائیگیوں میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کر سکیں۔ لیکن اس کے برعکس بڑے بڑوں کے لئے ان جرائم میں ملوث پائے جانے کے بعد بھی کمیٹیاں تشکیل دی جاتی ہیں۔ تاکہ وہ ان کے خلاف انکوائری کر کے اپنی رپورٹ وزیراعظم کو پیش کریں۔ اور اس کے بعد ان کے خلاف کسی قسم کی کاروائی عمل میں نہیں لائی جاتی۔ عدل و انصاف میں اتنا بڑا تضاد، نا انصافی کی ایک بدترین مثال میں اضافہ ہے۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ ایسی کمیٹیاں اور احتساب کمیشن اور عدالتیں ان کو ثبوت نہ ہونے کی بنا پر ان جرائم سے بری قرار دیتی چلی آ رہی ہیں۔ اصل میں یہ تمام کاروائی عوام الناس سے واجبات اکٹھے کرنے اور اپنے ناپسندیدہ لوگوں کو نشانہ بنانے کے لئے کی جاتی ہے۔ پچھلے ۵۲ سال سے یہ دوہری پالیسی ملک میں رائج ہے۔ انتظامیہ اور عدلیہ بے بس اور مجبور ہے۔ یہ جمہوری نظام ان سیاست دانوں کو مکمل تحفظ مہیا کرتا ہے۔ اصل میں یہ نظام انہی جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے اپنے تحفظ اور اقتدار قائم رکھنے کے لئے ملک میں قائم کر رکھا ہے۔ اور سیاسی جماعتوں کی سربراہی سے لے کر ممبران تک کا حکومت پر پورا قبضہ اور کنٹرول ہوتا ہے۔ کوئی

آدمی چوں چرا اں تک نہیں کر سکتا۔

۱۹۔ چودہ پندرہ کروڑ کی آبادی میں صرف یہی دس بارہ ہزار جاگیردار اور سرمایہ دار اس ۵۲ سالہ سیاسی یونیورسٹی کے مخصوص سیلبس کی ماسٹر اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر کے ملک کے اعلیٰ ایوانوں میں یعنی ایم پی اے، ایم این اے، اور سینیٹر کے الیکشن اپنے اپنے مخصوص علاقوں میں لڑتے ہیں۔ جوان میں زیادہ طاقت ور مضبوط، موثر اور اثر ورسوخ کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ ان ہزار بارہ سو صاحب اقتدار اور اپوزیشن کے ممبران کی حیثیت سے کامیاب ہو کر اقتدار اعلیٰ کی ان سیٹوں پر قابض اور فائز ہو جاتے ہیں۔ اس سیاسی یونیورسٹی کے زیر تربیت یہ ممبران، جہالت، ظلم، تشدد، بے رحمی، بدکرداری، بدقماشی، بے حیائی، لوٹ کھسوٹ، حق تلفی، سنگدلی، درندگی، ناانصافی، عدل کشی، ہارس ٹریڈنگ، کمیشن، رشوت، سمگلنگ، غرضیکہ ہر قسم کے سیکنڈل رائج الوقت نصاب سے خوب فائدہ حاصل کرتے۔ اور یکشن اور سیلیکشن کے مخصوص طریقہ کار سے اقتدار کے ایوانوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد ہر قسم کی اجارہ داری کی وجہ سے تمام انتظامیہ اور عدلیہ ان کے مکمل زیر اثر ہوتی ہے۔ وہ اس کو بینکوں سے کم ریٹ پر لون جاری کرنے، ملوں، کارخانوں، فیکٹریوں کے اجازت نامے، ان کے حسب خواہش احکام یا منظوری دینے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کر سکتے۔ ملک کے اندر اور باہر ہر قسم کے ٹھیکوں اور سپلائی پر پورا پورا کنٹرول اور مناسب ریٹوں پر حسب منشاء کام لینا اور دینا ان کے روزمرہ جرائم کا حصہ ہیں۔ اس کے علاوہ جب اور جس وقت ان کا جی چاہے۔ یہ لون ایک دوسرے کو لاکھوں اور کروڑوں میں معاف کرتے چلے آرہے ہیں۔ ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۹۹ء تک

جتنی لوٹ مار ملکی وسائل، سرکاری خزانہ، سرکاری خرید و فروخت میں کمیشنز، رشوتیں، جائیدادیں، ملیں، فیکٹریاں، کارخانے، بوگس کمپنیاں، بینکوں سے لون اور رقمیں ہضم، بینکوں کے نام و نشان ختم، تاج کمپنی کا فراڈ، کواپریٹو کے قرضے، بلیک منی کا غسل، یہ سب بداعمالیاں ان کی سیاسی زندگی کا حصہ بن چکی ہیں۔ قانون ساز اسمبلیاں ان کی، قانون ان کے، عدالتیں ان کی، انتظامیہ ان کی، عدلیہ ان کی، کسی کی کیا مجال کہ ان کے کسی کام میں کوئی عنصر رکاوٹ بن سکے۔ یہ ہر قسم کے جرم سے پاک اور معصوم لوگ ہیں۔ یہ برہمن زادے، جمہوریت کی لاڈلی اولاد ہیں۔ ان کے خلاف کوئی ادارہ میلی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی با ضمیر خدا خوف منصف اگر چاہے بھی تو ان کے خلاف کارروائی کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ جب بھی انہوں نے کسی کو باعزت، باوقار معاشرے میں پاک دامنی، پرہیزگاری، متقی، اور ایماندار ہونے کی سند جاری کرنی ہو۔ تو ان کے خلاف کیس احتساب کمیشن، کمیٹیوں، اور عدالتوں میں بھیج دیئے جاتے ہیں۔ جہاں سے کیس التوا اور شواہد نہ ہونے کی بنا پر بری الذمہ قرار دے دیا جاتا ہے۔ جب کہ اصل حقائق اور ہر قسم کے ثبوت اپنے اپنے دور حکومت میں ایک دوسرے کے خلاف تحریر اور زبانی مہیا کرتے ہیں۔ اور کیس پراسیکیوٹنگ (Prosecuting) کی منظوری کے بعد دائر کرتے ہیں۔ یعنی کیس ختم کرتے ہیں۔ ان جرائم پیشہ سیاست دانوں کی زمین روز دنیا ہر قانون سے بالا اور محفوظ ہوتی ہے۔ یہ جب چاہیں ان کی فیملیاں اور خود بیمار ہو جائیں۔ ڈاکٹروں کے مشورے اور ہدایات جب چاہیں۔ اور جن ڈاکٹروں سے چاہیں۔ ضروری سرٹیفکیٹ حاصل کر کے بیرون ملک علاج معالجے یعنی سیرو

تفریح، خرید وفروخت اور کاروبار کے لئے سرکاری اخراجات پر لنڈن، پیرس، امریکہ اور دوسرے ممالک میں چیک اپ (Check up) کروائے۔ اور علاج کروانے کے بہانے لوٹا ہوا مال بینکوں میں جمع کروائے۔ اور محل نما ریزیڈنس خریدنے چلے جائیں۔ اس طریقہ کار سے کروڑوں روپے حکومت کے خزانے سے لوٹ کر اس طرح ہضم کریں جیسے شیر مادر۔

۲۰۔ یہ کون سی مخلوق ہے جس پر غریبوں، بے کسوں، یتیموں، محتاجوں، ناداروں، اور زکوۃ کی رقمیں واجب الاستعمال ہیں۔ حکومت کو ان سب حکمرانوں اور دوسرے لوگوں کو جنہوں نے گورنمنٹ کے فنڈ سے علاج معالجے کروائے۔ مع تفصیل ملت کو مطلع کیا جانا چاہیئے۔ اور ان کے اخراجات کی تفصیلی رپورٹ شائع بھی کرنی چاہیئے۔ تاکہ ان ناداروں اور محتاجوں کا پتہ چل سکے۔ جب کہ ملک میں گورنمنٹ کے نچلے درجے کے ملازمین اور مستحق ملکی عوام کو تو ہسپتالوں میں ضروری ادویات تک میسر نہ ہوں۔ اور دوسری طرف ان کروڑ پتیوں کو بیرون ملک عیاشیوں کے لئے غیر اخلاقی سہولتیں میسر ہوں۔ یہ کیا بات ہے کہ ملک کے چودہ پندرہ کروڑ عوام تو کسمپرسی کی حالت میں سسک سسک کر زندگی گذاریں۔ اور یہ اندرون ملک اور بیرون ملک بینکوں میں بے حساب ڈالر جمع کروائیں۔ کارخانے، ملیں، فیکٹریاں، کوٹھیاں، محل، کاریں، اور کاروبار پھیلاتے جائیں۔ انہوں نے ملت کو جماعتوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ان کو زندہ باد اور مردہ باد کے نعروں میں پھنسا رکھا ہے ملک کی تمام سیاسی جماعتوں پر بھی جاگیردار، سرمایہ دار، اور وڈیرے قابض ہیں۔ اب ورکروں اور سیاست میں دلچسپی رکھنے والے نیک دل، پاک طینت، نیک فطرت، پرہیزگاروں اور

صاحب شعور لوگوں کو غور کر لینا چاہیئے ۔ کہ ملک میں اتنی بڑی تفاوت کا یہ گھناؤنا کھیل ملک میں رائج رکھنا ہے یا اس دل سوز، دردناک، غیر اسلامی طریقہ کار کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہنا ہے۔

۲۱۔ یہ رئیس زادوں، نواب زادوں، اور خان بہادروں کی بگڑی ہوئی اولادیں فضول خرچیوں، شاہ خرچیوں، بے پناہ سہولتوں اور عشرت کدوں کی ٹھاٹھ اور بادشاہی نظام میں پلنے اور ابھرنے والی نسلیں جب حکومت کے پینل میں شامل ہوتی ہیں۔ ان کے پاس غریب عوام یا غرب کا تصور ہی نہیں ہوتا۔ وہ ملکی خزانہ اور وسائل کو بیدردی اور بے رحمی سے روزمرہ کے غیر ضروری اور نامناسب وافر اور فضول اخراجات کے ذریعے مقروض ملک کی معیشت کو برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ ان کے فنکشن (Function) اور ان کے پروٹوکول یعنی با ادب با ملاحظہ ہوشیار کے اخراجات ان کے ان ناجائز فنکشنوں پر مدعوئین کی فوج اور انتظامیہ کی حاضری۔ یہ تمام عمل وقت اور دولت کے ناقابل تلافی نقصان کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ یہ آتش بازیاں، یہ ناچ گانے، یہ محفلیں، یہ سیاسی اداکاریاں، یہ شہرت اور عزت حاصل کرنے کے طریقے، یہ یوم تکبیر منانے کی تشہیر پر بے پناہ اخراجات، ملک میں آئے دن ایسے فنکشنوں کی بھرمار، ہر حکومت وقت کا دستور بن چکا ہے۔ اور وزیروں، مشیروں کی غیر ضروری مصروفیات وقت اور دولت کے ضیاع کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کلچر پر سالانہ کیا اخراجات آتے ہیں۔ اور اس کا تمام بوجھ ملک اور چودہ کروڑ عوام کے کندھوں پر ہے۔ یا ان حکمرانوں پر۔ حکومت وقت کو ایسے تمام فضول اخراجات کا فوری طور پر خاتمہ کرنا چاہیئے۔ وزیروں، مشیروں، کو یہ

یاد رکھنا چاہیئے ۔کہ یہ ملکی خزانہ یتیموں، مسکینوں محتاجوں، ناداروں، اور چودہ کروڑ غریب اور مفلوک الحال عوام کی امانت ہے۔ تاکہ ان کی خاندانی وراثت ۔اس بے دردی سے اس کو مت ضائع کریں۔

۲۲۔ آئی ایم ایف کے قرضے اب اس لئے حاصل کئے جارہے ہیں۔کہ پہلے قرضوں کی قسطیں ادا کی جاسکیں۔اور ملک ڈیفالٹر (Defaulter) نہ ہو، کیا یہ تمام قرضے ملک وملت کے لئے سود در سود کا بے پناہ اضافہ اور عذاب نہیں ہیں۔اور عوام الناس پر بلوں اور ٹیکسوں کے اضافی بوجھ کے شکنجے کی گرفت خطرناک حد تک جان لیوا عذاب ہے یا ریلیف (Relief) ہے۔اس قسم کے حالات میں ایسی عیاشیوں، شاہ خرچیوں، فضول خرچیوں کا کون ذمہ دار ہے۔مہنگائی کا خوف ناک اژدھا دن بدن بڑھتا ہوا، طاقت ور، جان لیوا، معاشی ہڈیاں، پسلیاں چباۓ،عوام، ملت اور ملک کو نگلنے کے قریب ترین پہنچ چکا ہے۔عقل کے اندھوں سے ملک وملت کو نجات دلاۓ۔اور ان کی گرفت سے چھڑانے کا صرف ایک اور ایک ہی راستہ ہے۔وہ دین اسلام کا راستہ ہے۔ جس میں نہ امیر المومنین نہ مجلس شوریٰ کا کوئی رکن ایسی بے ضابطگیوں، اور بد تماشیوں کا تصور بھی کرسکتا ہے۔یہ سب قرضے ملک کو نہیں سیاست اور حکومت کو مضبوط بنانے اور عیش وعشرت کے نظام کو قائم رکھنے کے لئے حاصل کئے جارہے ہیں۔ جب یہ حکومت چلی جاۓ گی۔تو آنے والی حکومت ان کی طرح یہی کہے گی۔کہ ملک کی معاشی حالت بڑی نازک اور خراب ہے۔ملک قرضوں میں جکڑا پڑا ہے۔وہ بھی پہلی حکومتوں کی طرح ملکی حالات کو سنوارتی ہوئی اور اپنی نجی زندگی کو سرکاری خزانے اور آئی ایم ایف کے قرضوں کو لوٹ کھسوٹ کرکے آگے

چلتی جائے گی۔ اور عوام الناس کو مہنگائی، بلوں اور ٹیکسوں کے جان لیوا ناسور میں مبتلا کرتی چلی جائے گی۔ اہل دل، اہل قلم، اہل درد، لکھاریو! اور اخبار نویسو! تم ملک وملت کا ایک ایسا قیمتی اثاثہ ہو۔ جو ملک میں حکومت ختم کرنے اور قائم کرنے کا رول ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔ آپ خود تو اقتدار حاصل کرنے کے لئے کوشاں نہیں ہوتے۔ لیکن آپ ان بدمعاش، بدقماش، سیاست دانوں کے زوال اور اقتدار کا سبب ضرور بنتے چلے آرہے ہیں۔ آپ نے آج تک ملکی سیاستدانوں کے لئے بڑی بڑی جنگیں لڑیں۔ میرے خیال میں اب آپ لوگ اس حقیقت سے پوری طرح واقف اور آشنا ہو چکے ہیں۔ کہ یہ جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ ملک میں صرف دس بارہ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ جنہوں نے اس ملک، اس دھرتی، اس ملت کو عبرت ناک حالات وواقعات سے دوچار کر رکھا ہے۔ اب اگر آپ لوگ اس بیماری کا علاج کرنا چاہیں۔ تو حکومت نہ بدلوائیں۔ بلکہ ان سے نظام بدلوائیں۔ عوام کی رہنمائی فرمائیں۔ اور ان کو ان کی حرکات وسکنات سے آگاہ رکھیں۔ آپ جماعتوں میں تقسیم نہ ہوں، یہ تمام سیاست دان ایک ہی کڑوے، بدمزہ، اور مہلک درخت کے پھل ہیں۔ آپ کی سوچ اور عمل اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا رول بڑے احسن طریقے سے ادا کر سکتا ہے۔ ان حکمرانوں پر بھی احسان اور شفقت کریں۔ اور ان کا ظلم والا ہاتھ روک لیں۔ انہیں اس سسٹم اور جمہوریت کے عذاب سے نجات دلوائیں۔ ان کو بھی خیر الامت کے سائے تلے لانے کی سعی کریں۔ ان بھٹکے ہوئے رہنماؤں کو صراط مستقیم دکھانا آپ کے شعبہ اور پیشہ کی اہم ذمہ داری ہے۔

۲۳۔ یہ استحصالی طبقہ ملک میں اس قدر منظم اور موثر ہے۔ کہ پولیس کا سربراہ ہو، یا سپریم کورٹ کا چیف جسٹس، یا فوج کا چیف آف سٹاف، جو ان کے حسب منشاء نہ ہو۔ ان کو فارغ کر دینا یا کھڑے لائن لگا دینا یا کسی کیس میں ملوث کر دینا کسی بھی جمہوری حکومت کے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔ ان سرکاری سربراہوں کا یہ حال ہے تو چھوٹے سرکاری ملازمین کی کیا مجال، چاہے وہ انتظامیہ میں ہوں یا عدلیہ میں اور ان کے کسی کام میں رکاوٹ بن سکیں۔ ان مجبوریوں کی بنا پر انتظامیہ اور عدلیہ تو ان کے اشارے پر ناچتی ہیں۔ اور ان کے تحفظ کے فرائض سرانجام دینے پر مجبور ہوتی ہیں۔ ہر قسم کے کاروبار پر ان کی اجارہ داری اندرون ملک تمام پالیسیاں اور قانون ان کے حقوق اور تحفظ کے ضامن، بیرونی ممالک کی تجارت پر ان کی گرفت، ان کی ہر بدعملی اور بداعمالی اور بدقماشی جرائم کی دنیا کا شاہکار، ان کا ہر عمل اور ہر کام حکم خداوندی کے خلاف، لیکن ان تمام قباحتوں کو ملکی قوانین کا تحفظ موجود۔ اسمبلی کے دروازے پر کلمہ شریف اور اسمبلی ہال میں اسلام کے باغیوں، جابروں، ظالموں، فاسقوں، فاجروں، ڈاکوؤں، لٹیروں، دہشتگردوں، نوابوں، سرداروں، جاگیرداروں، خان بہادروں، اور سرمایہ داروں پر مشتمل جماعتوں کے سربراہان کا ہجوم جن کا کام تو اقتدار کو حاصل کرنے اور قائم رکھنے کے لئے حکومت وقت اور اپوزیشن ممبران کو توڑنے جوڑنے کا عمل جاری رکھنا ہوتا ہے۔ یوں ہر قسم کی مراعات اور وزارتوں کی پیشکش اور لاکھوں کروڑوں کی بولیاں ان کا روزمرہ کا عمل بن چکا ہے۔ ملکی خزانہ اور وسائل ان کے اقتدار کی جنگ میں آپس میں تقسیم ہوتے رہتے ہیں۔ آئی ایم ایف کے تمام قرضے بھی انہوں نے اسی طرح چاٹ لئے ہیں۔ چودہ چندرہ کروڑ

عوام کو بلوں اور ٹیکسوں میں جکڑ لیا۔اوران کو نیم جان بنا کر مفلوج کر رکھا ہے۔ ان سربراہان کے اخراجات اس قدر وافر اور ناجائز و شاہانہ ہیں۔کہ جن کی مثال اسلامی تاریخ میں نایاب ہے۔ان کے ہر قسم کے سیکنڈل ایک دوسرے کو مات دیتے ہیں۔جمہوریت کے اس کرپٹ نظام کے داعی اور خالق ہر قسم کی بدقماشی، بدکرداری کے ولن ہوتے ہیں۔ اسلام کا نفاذ ان کے لئے صرف نا قابل عمل ہی نہیں۔بلکہ زہر قاتل ہے۔وہ کیسے اس کو قبول کریں۔

سربراہ سیکنڈل۔رضی فارم کا سیکنڈل۔ہیلی کاپٹر کا سیکنڈل۔پرہیزگار کا سیکنڈل۔سرے محل کا سیکنڈل۔ سٹیل ملیں سیکنڈل۔مردانہ سیکنڈل۔نسوانی سیکنڈل۔ وزیروں کے سیکنڈل۔مشیروں کے سیکنڈل۔کمیشنوں کے سیکنڈل۔بے حساب سیکنڈل۔باہر ملک سیکنڈل ۔ ملک اندر سیکنڈل۔رشوتوں کے سیکنڈل۔ ہر کام سیکنڈل۔سونے کے سیکنڈل۔ہیروئن کے سیکنڈل۔سمگلنگ کے سیکنڈل۔ ڈالروں کے سیکنڈل۔قتل لیاقت سیکنڈل۔قتل ضیاء سیکنڈل۔قتل مرتضی سیکنڈل۔ زرداری سیکنڈل۔ان کے محل کے سیکنڈل۔ان کی زمینوں کے سیکنڈل۔ملیں سیکنڈل۔کارخانے سیکنڈل۔عدالتوں کے سیکنڈل۔نظاموں کے سیکنڈل۔جاگیرداروں کے سیکنڈل۔بی بی سیکنڈل۔میاں سیکنڈل۔گرو سیکنڈل۔چیلے سیکنڈل۔احتساب سیکنڈل۔طوالت سیکنڈل۔سزا سیکنڈل۔جیل سیکنڈل۔

۲۴۔ اے جمہوریت کے پجاریو! یہ دہشت گردی اور یہ سیاسی جنگ بند کرو۔تمہاری صوبائی اسمبلیاں، وفاقی حکومت، سینیٹ کا ایوان صرف بارہ چودہ سو ممبران پر مشتمل ہے۔جمہوریت کے عبرت کدے کے کل پجاریوں کی تعداد ملک میں صرف دس بارہ ہزار افراد پر مشتمل ہے۔صرف یہی لوگ اور یہی طبقہ ان

اخراجات اور واقعات کے باطل اور عبرت ناک نظام کے علمبردار ہیں۔ اور وہی اس کے بھیانک کردار ہیں۔ یہ تمام الزامات، یہ تمام جرائم، وہ تمام حقائق و واقعات، یہ تمام بدترین القابات حکومت اور اپوزیشن کے کارندے اور نمائندے ایک دوسرے کے خلاف مختلف جرائم کے مواد و رسائل، اخبارات، ریڈیو، ٹی وی، اسمبلی ہال، سینیٹ کے ریگزار میدانوں میں شعلہ بیانیوں سے پیش کرتے ہیں۔ تقریروں اور خبروں میں تفصیلاً مع تحریری ثبوتوں کے ایک دوسرے کے خلاف ملت کو آگاہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ احتساب بنچوں میں اس سے پہلے بھی اور اب بھی ایک دوسرے کے خلاف کیس زیر سماعت چلے آ رہے ہیں۔ ملکی خزانہ اور وسائل ہی نہیں۔ انہوں نے تو آئی ایم ایف اور دوسرے دوست ممالک کو بھی کنگال کر دیا۔ مگر ان کے پیٹ ہوس کی آگ سے پھر بھی نہیں بھرے۔ جس ملک کی دولت اور وسائل اور غیر ملکی قرضے چند گنتی کے جمہوریت کے باطل بطن سے پیدا ہونے والے امیر زادے، پیر زادے، خان زادے، نواب زادے، لوٹ کھسوٹ، رشوت، سمگلنگ، ہارس ٹریڈنگ جیسے بھیانک جرائم کو جائز اور حق سمجھ کر اور اقتدار کو حاصل کرنے اور قائم رکھنے کے لئے یہ بدمست ہاتھی کی طرح ملک کے ہر قانون اور عدل کو روندتے پھریں۔ اور فرعونی قوتوں کا حصار اپنے گرد جمع کرتے پھریں۔ یاد رکھو۔ یہ لوگ اتنے ہی ڈرپوک، بزدل، اور اتنے ہی غیر محفوظ ہوتے ہیں۔ اس دولت اور اقتدار کے چھن جانے کا خوف خطرہ ایک جان لیوا کینسر کی صورت ان کی زندگیوں میں ہر وقت موجود رہتا ہے۔ انہوں نے مجبوروں، بے کسوں، بے بسوں، غریبوں، بیواؤں، مظلوموں، معصوم بچوں اور بچیوں کی آہوں، نیک اور پاک دامن

بہنوں، بیٹیوں، اور ماؤں کی عزتوں اور عصمتوں کی بے حرمتی کے زخم جو ۱۹۴۷ء میں ہندوؤں اور سکھوں نے لگائے تھے۔ مندمل کرنے تھے۔ لیکن انہوں نے تو غیروں سے بڑھ کر بد عملی، بد کرداری، بد قماشی، ظلم، زیادتی، قتل و غارت، نا انصافی، بد معاشی، عصمت دری، عدل کشی کے گھناؤنے اور بھیانک کھیل اپنے اپنے دور حکومت میں جاری اور ساری رکھے۔ انہوں نے ملک کو لاقانونیت اور عدل کشی کی آماجگاہ بنا رکھا ہے۔ اس نظام کو جناب وزیر اعظم صاحب کی تقریروں، اور جلسوں میں واشگاف الفاظ میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے ایسے ظالموں کے خلاف لواحقین کے پاس جا کر ان کے ہمدردی کے لئے آنسوؤں اور سسکیوں کو تو ان کے روبرو پیش کیا۔ لیکن ان ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں اپنی مکمل بے بسی اور بے کسی کی داستان بڑے اندوہناک لہجے میں پیش کی۔ کہ وہ اس باطل نظام میں مکمل بے بس اور بے اختیار ہیں۔ اور اس انتظامی عدل و انصاف کے ڈھانچے کو اسلام کے ڈھانچے میں بدلنا اور ڈھالنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔ اور انہوں نے جو عوام کے ساتھ اسلامی دستور نافذ کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ وہ بل قومی اسمبلی نے تو پاس کر دیا ہے۔ اور ابھی سینیٹ سے اس کی ضروری منظوری نہایت اہم ہے۔ اس کے بعد ملک کا ڈھانچہ اسلامی قدروں میں ڈھالا جائے گا۔ کی نوید ٹی وی پر پوری ملت کو دیتے رہتے ہیں۔ اور یہ نوید ایک دھندلے سے خواب کی شکل اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔ وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے۔ مزید وقت ضائع نہ کریں۔ اپنے وعدہ کو پورا کریں۔ اللہ تعالیٰ حاکم وقت کو اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قرضوں کا اجراء اور معافی

۲۵۔ اب مخلوق خدا اور رسول عربی ﷺ کی امت کو مزید ذلت اور رسوائی کی داستان بنا کر انسانیت کے سامنے پیش کرنے سے باز آئیں۔ ان وحشی رہبر و رہنماؤں کا دور اب ختم ہونے کو ہے۔ جو قرض جن سیاستدانوں، جاگیرداروں، سرمائے داروں کو جاری کئے۔ اور جن کو معاف کئے۔ ان جاری کرنے والوں، معاف کروانے والوں اور معاف کرنے والوں، معاشی دہشت گردوں، عدل و انصاف کے قانون شکن غنڈوں، ملت کی اقتصادی لاش کو نوچنے والی گدھوں کو بے نقاب کیا جائے۔ حقیقت سے آگاہ ہونا ملت کے ہر فرد کا حق ہے۔ ملک کا خزانہ اور وسائل ملت کی ملکیت ہیں۔ ملوں، فیکٹریوں، کارخانوں یا کسی اور غرض کے لئے بڑے بڑے سرمائے داروں، جاگیرداروں، وڈیروں کو جو انڈسٹریاں لگانے کے لئے بطور رشوت لون (Loan) جاری کئے۔ وہ سب کے سب ملک و ملت کی وراثت ہیں۔ مزدوروں کو ان کی محنت کا پورا صلہ یا عوضانہ نہ دیا گیا۔ دوسری طرف ملت نے سرمایہ مہیا کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے دو نمبر کھاتے تیار کر کے ٹیکسوں کی بچت اور غبن کیا۔ بجلی، پانی، گیس، ٹیلی فون کی چوری کر کے ملکی خزانے کو مفلوج کیا۔ یہ تمام کوٹھیاں اور محل اسی طریقہ کار کی پیداوار ہیں۔ یہ جب چاہیں، اپنے اکاؤنٹس کے ماہرین کو عوام کی عدالت کے روبرو پیش کر لیں۔ منصف بھی اپنی مرضی کے ڈھونڈھ لیں۔ انہی کے مروجہ ملکی قانون کی روشنی میں اپنی سزائیں تجویز کروالیں۔ یہ ملک و ملت سے غداری کے مرتکب ہیں۔ انہوں نے سرکاری خزانہ اور ملکی وسائل کی امانت کو بری طرح لوٹا۔ اور ملک میں معاشی بحران اس قدر پیدا کیا۔ کہ ملک دیوالیہ ہونے کو ہے۔ ان کا عبرت نامہ ان کے ہاتھوں میں دے دو۔ فیصلہ ہر قسم کے شک و

شبہ سے مبرا اور مستند ہے۔ ان کے جرائم کی سزا اس حد تک خوفناک ہے۔ کہ یہ نہ تو خود بچتے ہیں اور نہ ان کی جائیدادیں۔ یہ تمام احتساب کمیشن یہ تمام کمیٹیاں، یہ تمام محتسب کے دفاتر، یہ تمام عدالتیں، یہ تمام منصف ان کی اعلیٰ ڈگریاں ان کو مبارک، جو واضح ثبوتوں کے باوجود ان گھناونے کیسوں کو نمٹانے، الجھانے اور التواء میں ڈالنے کے لئے پچھلی حکومتوں کی مدد اور معاونت کرتے رہے۔ ان کے یہ تمام شعبے ان کے جرائم کو تحفظ فراہم کرتے رہے۔ اور انہی کے تعاون سے ملک کو مجرموں کا گہوارہ بنا کر رکھ دیا۔ ایسے تمام بد دیانت، منصف عدالتوں کے چہروں پر چیچک اور نحوست کے بدترین اور بدنما داغ ہیں۔ ان سب برائیوں کا تدارک بزرگان دین اور حضور اکرم ﷺ کی محبت اور ادب سے طاقت اور توفیق کا مخفی خزانہ میدان عمل میں عطا بن کر مدد اور معاونت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکومت وقت اور اپوزیشن کے نیک دل، پاکیزہ فطرت افراد کو ایسا کرنے، اور بدکردار ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان سے لوٹا ہوا خزانہ، ملکی سرمایہ اور بیرونی ممالک کے بینکوں میں پڑے ہوئے ڈالر، پاکستان میں واپس لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان تمام مجرموں کی لسٹ شائع کی جائے۔ تاکہ عوام ان لٹیروں اور رہزنوں سے بچ سکیں۔ آمین۔۔

۲۶۔ اس کے علاوہ جن لوگوں نے رشوتیں لیں۔ کمیشن کھائے، اور بینک اندرون ملک اور بیرون ملک ڈالروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کے یہ تمام مخفی اور ظاہری خزانے، جائیدادیں، بیرون ممالک کاروبار، کارخانے، محل، بنگلے ضبط کر کے ملک کے خزانے میں جمع کرائیں۔ حکومت کے نمائندے ہوں یا اپوزیشن لیڈر۔ یا پھر ملک میں انہی دس بارہ ہزار ڈاکوؤں، دہشت گردوں

کے پاس لوٹی ہوئی ملکی اور آئی ایم ایف کے قرضے کی تمام رقمیں جو موجود ہیں۔
ان سے واپس لیں۔ اور تمام قرضہ جات اس لوٹی ہوئی رقم سے ادا کریں۔ اگر
حکومت حقائق کو چھپاتی۔ اور پردہ پوشی کرتی ہے۔ تو یہ ثابت کرنے کے لئے
کافی ہے۔ کہ مجرم اب بھی ہمارے حکمران ٹولہ میں موجود ہیں۔ اگر عوام کے
ساتھ کوئی نیکی کرنی ہے۔ تو وزیروں، مشیروں، ممبروں کی تعداد فوری طور پر کم
کریں۔ اور سیکٹریں۔ خوف خدا کو اپنی زندگی میں داخل کریں۔ ملکی وسائل اور
خزانے کو محفوظ کریں۔ نہ کہ عوام الناس کو ٹیکسوں کے شکنجوں میں جکڑ کر اور مہنگائی
کے اژدھے کے منہ میں ڈال کر ان کے عشرت کدے اور عیش وعشرت کی زندگی
کو پھلنے پھولنے دیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا۔ تو لا متناہی عذاب منطقی اور فطرتی تقاضا
ہوگا۔ اور اس کے لئے تیار رہنا ہوگا۔ وقت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ عقل وسٹیٹ
کے وسائل کبھی بھی کسی کو فطرت کے عذاب سے بچا نہیں سکے۔ حق وسچ کی غیبی
طاقت سچائی کی پیروی سے میسر آتی ہے۔ فطرت مکمل قدرت رکھتی ہے۔ اور وہ
کسی قسم یا ملک پر یا حکمرانوں پر عذاب نازل کرنے سے پہلے ضروری وارننگ
کسی سے بھی اور کسی شکل میں بھی دلوانے کا فرض پورا کروا لیتی ہے۔ یہ وارننگ
خدا اور رسول ﷺ کے باغیوں کو اب دی جا چکی ہے۔ اگر حکومت وقت قرضے
معاف کروانے والوں کے نام اور واجب الادا رقوم کی لسٹ مہیا نہیں کرتی۔
رشوتوں اور کمیشنوں سے کھولے ہوئے ڈالروں کے اکاؤنٹ اندرون ملک اور
بیرون ممالک میں کارخانوں یا جائیدادوں یا لوٹے ہوئے خزانہ کے بارے میں
جلد از جلد ملت کو تفصیلی طور پر آگاہ نہیں کرتی۔ اور ان لٹیروں سے واپس نہیں
لیتی۔ تو یہ بات واضح طور پر ثبوت ہوگی۔ کہ یہ تمام بدروحیں ملی مجرم ہیں۔ اور

اس بہت بڑے عوامی مینڈیٹ میں بھی شامل ہیں۔ اور حکومت کے مزے اور نشے لوٹ رہے ہیں۔ یہ اسلام نافذ نہیں کریں گے۔ بلکہ اپنے جرموں پر پردے ڈالنے کی پالیسی پر یوں ہی گامزن رہیں گے۔ ملک کے دانشوروں اور دیدہ وروں کی اب یہ ذمہ داری ہے۔ کہ وہ ملت کو حقائق سے آگاہ رکھیں۔ اور حاکم وقت کو ان کی غیر اخلاقی اور بداعمالیوں کے بارے میں آگاہ کرتے رہیں۔ اور اس کار خیر میں ہر قسم کی قربانی پیش کریں۔ اور اپنے منصب کی ذمہ داری ایمان داری اور خوف خدا کی روشنی میں پوری کریں۔ تاکہ ملت اسلامیہ آپ کی عظمتوں کو جھک کر سلام کرے۔ اور حاکم وقت ان برائیوں کا خاتمہ کرے۔

۲۷۔ یہ استحصالی طبقہ کتنا منہ زور، منظم اور طاقت ور ہے۔ کہ انہوں نے جب چاہا ایک اسمبلی سے پانچ اسمبلیاں ملک میں قائم کرلیں۔ سینیٹروں کی اعلیٰ فوج ملک میں جتنی چاہیں اور جیسی چاہیں بھرتی کرلیں۔ اقتدار اور ملکی وسائل پر گرفت مضبوط سے مضبوط کرتے چلیں۔ ہوس زر اور اقتدار کی جنگ میں ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بھی باز نہ آئیں۔ انتظامیہ اور عدلیہ کی موجودگی میں کمیٹیاں اور احتساب کمیشن مقرر کرے۔ اپنے عیبوں پر پردہ ڈالیں۔ ملک کو جماعتوں میں تقسیم کردیں۔ ملی وحدت اور مرکزیت کو پارہ پارہ کریں۔ عوام کو زندہ باد اور مردہ باد کا شعور دے کر اقتدار کی جنگیں لڑیں۔ اقتدار کے ایوانوں میں پہنچ کر خزانہ خالی اور آئی ایم ایف کے قرضے ہضم کرنے کے جرائم کے انکشافات اخباروں اور ٹی وی پر معہ دستاویزات کے پیش کریں۔ ایک دوسرے کے خلاف ثبوت اور حقائق عوام الناس کو بتائیں۔ ایک طرف تو ممبران کی تعداد دن بدن بڑھا کر یہ طبقہ ملک میں ہر قسم کی سہولت اور حکمرانی کے مزے لوٹے، دوسری

طرف ملک میں بیروزگاری اتنی پھیل چکی ہو۔ کہ پڑھا لکھا طبقہ خودکشیوں، قتل و غارت اور ڈاکہ زنی پر اتر آئے۔ عدل و انصاف سے محروم لوگ خودسوزی کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ ملک میں انارکی مہلک وباء کی طرح پھیل جائے۔ ملک تباہی کے دہانے تک پہنچ جائے۔ تو ان ملکی حالات کو سنبھالنے کے لئے ان میں سے کچھ ابن الوقت سیاست دان گہری چال چل کر فوج کو اقتدار سنبھالنے کے لئے اکساتے پھریں۔ اس سے قبل ملک میں دو دفعہ مارشل لاء نافذ ہوا ہے۔ یہ لوگ بھی اپنا طرز حکومت جمہوریت کی بنیادوں پر قائم کر کے اپنی حکومت کو طول دینے کے لئے کوشاں رہے۔ یہ حکمران شرعی نظام ملک میں نافذ نہ کر سکے۔ اور وہ اسی نظام اور سسٹم (System) میں ملت کی بہتری کے لئے کوشاں رہ کر اپنا دور ختم کر گئے۔ شرعی نظام لانا ان کے نصیب کا حصہ نہ تھا۔ اس جموریت کے طریقہ کار اور ملکی سسٹم نے ملک کے تمام اداروں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ کسی نے بھی کنوئیں سے کتا نکالنے کی کوشش نہیں کی۔ پانی کے ڈول نکالتے رہے۔ کنواں ناپاک کا ناپاک رہا۔ اب بعض سیاستدان تیسرے مارشل لاء کی راہ ہموار کرنے کے فرائض اور اقتدار حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ موجودہ حکومت کس غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ بار بار یہ تاکید کی جارہی ہے۔ حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔ اپنے آپ پر رحم کریں۔ اور اپنے عمل کی معافی مانگیں۔ قوم سے تمہاری طلب اور درخواست تھی کہ ووٹ دو۔ اسلامی دستور ہم تمہیں دیں گے۔ یہ وعدہ آپ نے ملت اسلامیہ کے چودہ کروڑ افراد سے کیا۔ اپنا وعدہ پورا کرو۔ ورنہ اپنی عاقبت اپنے عمل کی روشنی میں پڑھ لو۔ اللہ نہ کرے دین اور دنیا اپنی آنکھوں کے سامنے لٹتے دیکھو۔ غور کا وقت ہے۔ اپنے ضمیر کے دروازے پر

دستک دو۔شائید وہ تمہاری رہنمائی کر جائے۔بہترین لکھنے والے تمہارے لکھاری اور ملک کے تمام وسائل ،مشیر، وزیر اور یہ سبھی اقسام کے دستگیر ہر حکومت وقت کے پاس موجود ہے۔لیکن فطرت کے عمل کو نہ روک سکے۔اپنے وعدے کا پاس کرو۔شریعت محمدی ﷺ کا نفاذ کرو۔اور اپنی آخرت کو شاداب کرو۔ہر ظالم کا احتساب کرو۔تاکہ کوئی جھوٹا یا سچا بعد میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے۔مزید انتظار مت کرو۔حکمرانو! آپ اس بستی کے سوار لگتے ہو۔جب وہ بھنور میں پھنسی ہوتی ہے۔تو دعا کرتے ہو۔یا اللہ ہمیں اس بھنور سے نکال۔اور ہماری زندگی محفوظ کر۔ہم اس کے عوض تمام مال و متاع تیری راہ میں تقسیم کردیں گے۔تھوڑے سے طوفان سے باہر نکلے تو پھر سوچ آئی۔کہ سب کچھ راہ خدا میں لٹا دیا گیا۔تو زندگی کیسے گزاریں گے۔وعدہ کیا کہ آدھا مال و متاع تقسیم کردیں گے۔جب خیرو عافیت سے کشتی کنارے لگ جاتی ہے۔تو پھر سوچ آتی ہے۔کہ اللہ تعالٰی کے پاس کون سی کمی ہے۔جیسے جیسے وقت ملا۔اپنی کمائی میں سے کچھ مال غریبوں ،مسکینوں میں بانٹتے رہیں گے۔اس کے بعد وہ جہان و رنگ و بو میں محو ہو جاتے ہیں۔اور اس مصروفیت میں وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔اس کے بعد جو اس قبیلہ پر بیت گئی۔وہ ضروری نہیں کہ اس کا انکشاف وقت سے پہلے کیا جائے۔یہ آگاہ کرنا نہایت ضروری ہے۔کہ آپ اللہ اور اس کی مخلوق کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کریں۔ملک میں دستور مقدس نافذ کریں۔اس بد بخت ملاح جیسا رول ادا نہ کریں۔اور اللہ تعالٰی اس جیسی عاقبت کا خوف ناک بھیانک عبرت ناک چہرہ آپ کو نہ دکھائے۔آمین۔

۲۸۔ رائج الوقت جمہوریت ایک ایسا طرز حکومت ہے۔جس میں ایمانداری

اور دیانت داری سے نظام حکومت چلانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ جہاں حکومت بنانے کے لئے اتحادی جماعتوں کو وزارتوں کی رشوتیں دینی پڑیں۔اور اپنی جماعت کے ممبروں کو بھی خوش رکھنے کے لئے وزارتیں دینے کا ضروری عمل ہو۔ چھوٹی سیاسی جماعتوں کو بھی تعاون اور معاونت کے عوض سرکاری بھتہ دینا لازمی ہو۔تو یہ نظام معاشرے کو فوزوفلاح کیسے مہیا کرسکتا ہے۔اس طرح یہ طریقہ کار بنیادی سطح پر نچلے درجے کے سیاسی ورکروں تک پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے۔جہاں اپوزیشن کے ممبر ہروقت اس آڑ میں بیٹھے ہوں۔کہ کیسے اور کب کسی جماعت کو ساتھ ملا کر حکومت ختم کر کے اقتدار حاصل کیا جائے۔ہر قسم کے جرائم میں ملوث اور دہشت گرد لٹیرے پھر ان جماعتوں کے ساتھ مل بیٹھتے ہیں۔ جن کی حکومت پہلے مختلف الزامات اور جرائم قتل وغارت کی وجہ سے بدنام ہو چکی ہے۔اور جعلی پولیس مقابلوں میں اپنے بے شمار سیاسی ورکروں یعنی دہشت گردوں کی قربانی دے چکی ہو۔تو ان حالات میں سوائے اس نظام کی روشنی اور پیروی میں ہر قسم کے جائز اور ناجائز طریقہ کار سے جوڑ توڑ کر کے حکومت کو قائم رکھنا ہر گھناؤنے کھیل کو کھیلنا، ہر ایک بداعمالی کو درگذر کرنا صاحب اقتدار کی مجبوری ہوتی ہے۔لوٹ کھسوٹ، سفارش، حق تلفی، رشوت، کمیشن، چوربازاری، سمگلنگ، ڈاکہ زنی، دہشت گردی، قتل وغارت کے شعبے ان کی نگرانی میں خوب پھلتے پھولتے ہیں۔غرضیکہ ہر قسم کی برائیاں اس نظام میں عدل وانصاف کے اعتدال، توازن کو بگاڑنے کا باعث وموجب بنتی ہیں۔خاص کر اس وقت جب کسی حکومت ختم ہونے کا خطرہ یا خدشہ لاحق ہو چکا ہو۔پھر بڑی بڑی جماعتیں اپنے سیاسی اقتدار کے ممبروں کو زبردستی اٹھا کر کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دیتی ہیں۔

اور ہوٹلوں میں ہر قسم کی عیاشی کی سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ ملکی خزانے اور وسائل کی بندر بانٹ کی جاتی ہے۔ ممبروں کی خرید و فروخت جاری رہتی ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف کیس ختم کرنے کے وچن لئے جاتے ہیں۔ پھر جب کوئی لین دین کا اختلاف پیدا ہو تو یہی سیاستدان پہلے رشوت میں دی ہوئی کروڑوں روپے کی رقموں کا انکشاف کرتے ہیں۔ اس رازداری کے انکشاف سے وہ ایک دوسرے کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ اور ملکی استحکام کو بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ ملک کا کوئی نظام، کوئی عدالت، کوئی نیک اور صالح جماعت ان کے آپس کے اس گھناؤنے عمل کو روکنے کی نہ تو کوشش کرتی ہے۔ اور نہ مداخلت۔

۴۹۔ ان سیاست دانوں کی اقتدار کی جنگ نے مشرقی اور مغربی پاکستان کو ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔ عوام میں سے کسی ایک کا دوسرے صوبے کے عوام کے ساتھ نہ تو کسی قسم کا جھگڑا تھا۔ اور نہ کوئی رنجش۔ اتنا گھناؤنا کھیل کھیلنے والی جماعتیں اب بھی ملک میں اسی طرح دندناتی پھر رہی ہیں۔ اس کے بعد ان ہی رہبر و رہنماؤں نے چپکے سے ملک کے مزید چار ٹکڑے کر دیئے۔ یعنی صوبہ پنجاب، سرحد، سندھ، اور بلوچستان۔ ان کی اسمبلیاں قائم کر دی گئیں۔ اور حسب خواہش ایم پی اے کی تعداد ہر صوبے میں مقرر کر دی گئی۔ وہاں تمام ایم پی اے، منسٹر، ڈپٹی منسٹر، مشیر، اور احتساب کمیشن کمیٹیوں، اور دوسری اہم پوسٹوں پر متعین کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ان کی ذاتی پسندیدہ سرکاری فوج کو بھرتی کر کے ان کیساتھ ان کے جرائم کی معاونت کے لئے منسلک کر دیا جاتا ہے۔ دوسری طرف صوبوں کا تمام بجٹ وزیروں،

مشیروں کی یہ فوج چاٹ جاتی ہے۔ خود تو یہ صرف سیاست کی یونیورسٹی سے ضروری سند حاصل کر کے ایوان اقتدار میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور ان مخصوص لوگوں کے تعاون سے ہر قسم کا جائز و ناجائز کاروبار اپنی منسٹریوں اور دوسرے اداروں سے لیتے دیتے رہتے ہیں۔ اور ملکی معیشت کو دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں۔ اس طرح یہ نظام ہر صوبے میں رائج الوقت ہے۔ ان کی وہی ہوس اقتدار اور ہوس زر کی جنگ اب صوبوں میں جاری ہو چکی ہے۔ اب یہ مشرقی پاکستان والا عمل پھر سے دہرانے کی کوشش اور کاوش میں مصروف ہیں۔ ان بدبختوں اور بدنصیبوں کو روکنا ازحد ضروری ہو چکا ہے۔ یہ کام صرف اور صرف شریعت محمدی ﷺ کو ہی نافذ کر کے پورا کیا جا سکتا ہے۔ یہ اسی کا کمال ہے کہ وہ مرکزیت عطا کرتی ہے۔ خلیفہ وقت سے لے کر شوری کے ممبروں تک عوام الناس کے کٹہرے میں کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کا احتساب فوری اور اسی وقت ہو جاتا ہے۔ سب کے لئے ایک سا قانون اور ایک سا عدالتی نظام ہوتا ہے۔ نہ خلیفہ وقت کی جراٴت ہوتی ہے۔ کہ وہ اس قسم کی بداعمالی کا مرتکب ہو۔ اور نہ ہی کسی اور فرد کی۔ کہ وہ کسی قسم کا غلط عمل کر سکے۔ اگر کوئی منصف عدل کا دامن چھوڑے۔ تو وہ بھی کیفر کردار تک پہنچایا جاتا ہے۔

۳۰۔ ملک کے نشر و اشاعت کے تمام ادارے، ٹی وی، ریڈیو، رسائل، اخبارات میں ان تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کے بیانات ایک دوسرے کے خلاف۔ ایک دوسرے کی بدکرداری کی تشہیر، کروڑوں کے غبن، اسمبلی اور سینیٹ کے ایوانوں میں ایک دوسرے کے خلاف حقائق پر مبنی جرموں کی بوچھاڑ ممبران کی آپس میں ہاتھاپائی، اسمبلیوں میں ایک دوسرے کو قتل کی دھمکیاں نت

نئے سیاست دانوں کے بیرون ملک ڈالروں کے اکاؤنٹس کے انکشافات، جگے ٹیکسوں کی ڈیمانڈیں پوری نہ کرنے پر قتل وغارت کی وارداتیں، پولیس مقابلے، ملک میں انارکی کی فضا، پٹرول اور گندم کی قیمتوں میں اضافوں کی خبریں، ہر روز منی بجٹوں کی بھرمار، عوام کے پیٹ بھرنے اور تن ڈھانپنے کے اپنے (Problems) اور مسائل، لامتناہی گھناؤنے حالات وواقعات کی عبرت ناک وارداتیں اور داستانیں۔ حکومت وقت کو بدلنے کے لئے سیاسی جماعتوں کے اتحاد۔ وزارتوں میں شمولیت کے خواب، سیاست دانوں نے ملک میں (Hurly Burly Affairs) پیدا کرکے چودہ کروڑ عوام کو ہیپناٹز کررکھا ہے۔ ان سیاہ کاریوں کے کالے جادو نے ملت کو مفلوج اور ناکارہ کرکے رکھ دیا ہے۔ اور ان کے پاس ان سے بچنے کے لئے نہ کوئی غوروفکر کا وقت ہے۔ اور نہ ہی کوئی اس سے فرار کا راستہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کے اس طلسم کو توڑنے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ ان سیاہ کاریوں کے اس کالے جادو نے اب ان کو ہی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ان کے لئے اب کوئی نہ بھاگنے کا راستہ ہے۔ اور نہ بچ نکلنے کا۔ اس جمہوری نظام اور سسٹم کے خلاف ملت کے دلوں میں نفرت، حقارت، اور بیزاری کی آندھی اور طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ اسلامائیزیشن کا جذبہ اور ولولہ ملت میں بیدار ہو چکا ہے۔ اور شدت کے ساتھ پروان چڑھنے کے لئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ حکمران وقت کے فیصلے کو پڑھ لیں۔ اور جلد از جلد دستور مقدس کو ملک میں رائج کرکے اپنے وعدہ کی پاسداری کریں۔ ورنہ چودہ کروڑ عوام کے ساتھ ان کی بدعہدی، بدکرداری تاریخ کے سیاہ اوراق کا حصہ بن جائے گی۔ حکمران زندگی اور موت

کے جھمیلوں میں الجھ کر فارغ ہو جائیں گے۔

۳۱۔ حکمران کن کن دشواریوں اور مسائل سے دوچار ہیں۔ وہ تو وہی جانتے ہیں۔ کیونکہ جو جال دیکھتا ہے وہ مچھیرا نہیں دیکھ سکتا۔ ایٹمی دھماکہ کرنا ملک کیلئے ایک مشکل کام بن گیا تھا۔ ہندوستان کے ایٹمی دھماکہ کرنے کے بعد پاکستان کا دھماکہ نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اس کے علاوہ پاکستان کا ہر فرد، تمام افواج کے سربراہان ملک کے تقریباً تمام اہل قلم، اخبار نویس، کالم نویس، اہل شعور، اہل دل، اہل درد، عالم دین، یعنی ہر طبقہ خیال میں حکومت وقت کو مجبور ہی نہیں کیا۔ بلکہ اسکا دائرہ اس قدر تنگ کر دیا۔ کہ اس کے پاس ایٹمی دھماکہ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ حکومت کے پاس صرف دو راستے تھے۔ یا تو یہ حکومت سے فارغ ہو جاتے۔ یا دھماکہ کرتے۔ یہی فیصلے کا مقام تھا۔ جہاں عروج اور زوال کے نقطہ نے آغاز اور انجام کی منزل کا رخ اختیار کرنا تھا۔ یہ سہرا قدرت نے موجودہ قیادت کو عطا کرنا تھا کر دیا۔ یہ حقائق آنکھوں سے بھی اوجھل نہیں ہونے چاہئیں۔ کہ اس ایٹمی دھماکہ کا آغاز ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے کیا۔ ضیاء الحق صاحب نے اپنے گیارہ سالہ دور حکومت میں ملک کو ایٹمی طاقت بنا دیا تھا۔ اور نواز شریف صاحب نے اس ایٹمی دھماکہ کو ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو دکھایا۔ اہل وطن ان تمام حکمرانوں کو جنہوں نے ملک کے ڈیفنس میں قابل قدر فرائض سرانجام دیئے۔ اور اس عمل کی طرف بھرپور توجہ دی۔ مبارک باد، صد بار، مبارک باد، کہتے ہیں۔

۳۲۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے۔ کہ جب ملت خواب غفلت میں سو رہی تھی۔ پاکستان کی ایٹمی طاقت کا یہ خالق اور عظیم سپوت ریگزار حیات میں تن تنہاء

چھپکے چھپکے ایٹمی صلاحیتوں کے علم کو مغرب کی لیبارٹریوں اور تجربہ گاہوں میں اس علم کے بنیادی اصولوں کے حصول کے لئے کوشاں رہا۔ تمام کلئے اپنے ذہن کے کمپیوٹر میں اکھٹے کئے۔ اور اس علم سے آراستہ ہوا۔ یہاں تک اس عظیم جوہری صلاحیت پر مکمل عبور اور یقین حاصل کر لیا۔ تو پھر اس نے ملک کے رہنماء کے نام ایک موثر اور مدلل چھٹی تحریر کی۔ جس میں اس نے اس شاہکار ایٹمی طاقت کی تکمیل کے لئے حکومت وقت سے معاونت کی اپیل کی۔ اور اس کی اہمیت اور طاقت سے پوری طرح روشناس کرایا۔ اور مغرب کی طرف سے ہر قسم کی مادی سہولت کو ٹھکرایا۔ اور اپنے مشن کی تکمیل کے لئے اپنے ملک میں واپس لوٹا۔ یہ ایک درویش منش فقیر، اہل دل، اہل درد، اور پاکستان کے عظیم فرزند کی یہ ایک دعا، ندا، اور صدا تھی۔ یہ ایک خاموش، دل سوز سے حامل، باعمل مسلمان کی آہ اور تڑپ تھی۔ جو آسمان کی طرف اٹھی اور چیرتی ہوئی بارگاہ الہیٰ میں اسکی ملتجی ہوئی۔ جہاں سے اسباب و وسائل کی ھمت، کوشش، کاوش، شجاعت اور استقامت کے خزانوں کی منظوری لے آئی۔ یہ تھے جناب ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب جن کو رب العزت نے ان کے نام کی تمام صفات اور قدرتیں عطا کر دیں۔ اللہ تعالٰی انہیں عطا کردہ توفیق میں اضافہ مرحمت فرمائے۔ آمین۔ مسلمانوں میں اس سائنسی فن کے امام نے اپنی ذمہ داری، ایمانداری، نیک نیتی، محبت، ادب، اور عبادت سمجھ کر بڑے ذوق وشوق سے سرانجام دی۔ مسلمانان پاکستان اور ملت اسلامیہ کو اقوام عالم کی ایٹمی طاقتوں کی لسٹ میں لا کھڑا کیا۔ اللہ تعالٰی اس وطن اور اس کے اس سپوت پر اپنی عنایات میں اضافہ فرمائے۔ آمین۔

۴۳۔اب اس کارخیر میں ملک کے نامور دوسرے سائنسدانوں کا ایک ہجوم اور بے بہا قیمتی اثاثہ ہماری دفاعی پوزیشن کو نئی ایجادات سے روشناس کروا کر ملک کو دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی لسٹ میں شمولیت کا اعزاز دلوا دیا ہے۔ جو غوری اور شاہین جیسے میزائل تیار کرے۔ ملک کی دفاعی پوزیشن کو بہتر سے بہتر بناتے چلے آ رہے ہیں۔ ان ہتھیاروں کا پاس ہونا ایک ملک کی بنیادی اور اہم ضرورت ہے۔ ملک کی سائنسی اکیڈمی سے جتنے بھی عظیم سپوت اب ابھریں گے۔ ان کا کریڈٹ جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب کو ہی جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس ادارے کے ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ سائنسدانوں اور ورکروں کو ہر آزمائش پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۴۴۔ یاد رکھو! مسلمان جنگ میں پہل نہیں کرتا۔ وہ مخلوق خدا یعنی فطرت کے شاہکار (انسان) کی عزت واحترام، ادب اور محبت سے ہی صرف پیش نہیں آتا۔ بلکہ ہر ذی جان کی تکلیف، دکھ، درد، پریشانی، بیماری، اذیت اور ناگہانی آفت یا مصیبت میں مبتلا کی تیمارداری اور مرہم کے فرائض سر انجام دیتا ہے۔ وہ رنگ ونسل اور عقیدوں سے بے نیاز ہو کر اور ابر رحمت بن کر رحمۃ العلمین ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں بڑے احسن طریقہ سے اپنے فرائض عبادت کا حصہ سمجھ کر سر انجام دیتا ہے۔ لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں۔ جب تک مسلمانوں کو اسلامی ماحول، واقعات، دینی تعلیم، اس کی تربیت، اس کی اخلاق سازی، اس کے آداب، اور خدوخال شریعت محمدی کی تعلیمات کی روشنی کے سانچے میں نہیں ڈھالے جاتے۔ مخلوق خدا اس جمہوریت کے باطل بدن سے اٹھنے والی بدکرداری کی آندھی، ظلم وستم، تشدد، دہشت گردی، قتل وغارت، لوٹ کھسوٹ،

عدل کشی کے خوف ناک طوفان سے بری طرح متاثر ہو چکی ہے۔ اور خوفناک حد تک اس سے تنگ اور عاجز آ چکی ہے۔ حکمرانوں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور اس کے نام پر کیے ہوئے وعدہ کی آزمائش کا خطرناک دور شروع ہو چکا ہے۔ سربراہ حکومت کو تینوں افواج کے سربراہان، سپریم کورٹ کے چیف جسٹس، سینیٹ اور قومی اسمبلی کے ممبران اس کے علاوہ دوسرے رفقاء اہل قلم، اہل دل، اہل محبت، اور اہل درد لکھاریوں، دانش مندوں کی اجتماعی میٹنگ کال کریں۔ اور چودہ کروڑ عوام سے کیا ہوا وعدہ ان سب کو یاد کرائیں۔ اور اس وعدہ کو پورا کر کے ملت کی اس ادھیڑ نگری سے جان چھڑائیں۔ ذمہ داری سے فرار کا راستہ تلاش نہ کریں۔ مزید وقت ضائع نہ کریں۔ اپنی قسمت کے سنہری الفاظ لکھنے میں دیر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ حکومت وقت کو فیصلے کا یہ مبارک لمحہ عطا فرمائے۔ آمین۔ اگر کوئی ایسی مشکل سیاست دان پیدا کریں۔ تو یہ مسئلہ پاکستان کی عوام کے سپرد کر دیں۔ اس اسلامائزیشن کے مسئلہ پر ریفرنڈم کروالیں۔ اور اس وعدہ اور کار خیر کو ایک سچے مسلمان کی طرح نبھائیں۔ وعدہ جلد از جلد پورا کریں۔ ایسا نہ ہو کہ اقتدار یا زندگی کا سانس اکھڑ جائے۔ چودہ کروڑ عوام اور حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑے۔ اور یہ تمام فتوحات اور کامیابیاں دھری کی دھری رہ جائیں۔ اپنے حال کو کلمہ شریف پڑھا لیں۔ ماضی خود بخود مومن ہو جائے گا اور مستقبل روشن و درخشان۔

۳۵۔ اہل ہند کے عوام اور سیاست دانوں کو بڑے ادب، محبت اور خلوص سے آگاہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ کہ ان کے مذہب یا عقیدے ہندوازم کا بنیادی تصور چار قومیتوں پر مبنی ہے۔ یہ تصور ان کو برابری کا شعور نہیں دیتا۔ طبقاتی

طریقہ کار، ذات پات، اونچ نیچ، اور درجہ بندی ان کے مذہب کا بنیادی مقدس ستون اور حصہ ہے۔ اگر وہ اس درجہ بندی یا نظام کو ختم کریں۔ تو ان کا مذہب یا عقیدہ باقی نہیں بچتا۔ ان کی تربیت صدیوں سے ان اصولوں کے تحت ہوتی چلی آ رہی ہے۔ جس سے وہ الگ نہیں ہو سکتے۔ ان کے پاس وحدت ومرکزیت قائم کرنے کی کوئی گنجائش یا مستند طریقہ نہیں۔ ہندوستان تو کئی اقوام، کئی مذاہب، کئی عقیدوں، اور کئی صوبوں میں منقسم عوام کا مجموعہ ہے۔ ہر کوئی اپنی اپنی آئیڈیالوجی یعنی نظریئے پر مبنی سرشت کا مالک ہے۔ ہندوازم تو اپنے ہی مذہب کے لوگوں سے برابری پر مشتمل انصاف نہیں کر سکتا۔ وہ دوسرے اتنے کثیر التعداد مذاہب، عقیدوں اور صوبوں کو کس بنیاد پر اکٹھا رکھ سکتا ہے۔ وہ خود چار طبقوں میں منقسم ہیں۔ ذات پات کے پجاری ہیں۔ برہمن اور شودر جب تک ان میں قائم ہیں۔ اس وقت تک اعلیٰ، ادنیٰ، پاک، پلید، اچھے، بے ادب، نفرت، عزت، تذلیل کا طبقاتی جہنم سلگتا رہے گا۔ جب یہ چار قومیتوں کی چتا ان کے مذہب کا حصہ ہے۔ تو وہ کیسے دوسرے عقیدے کے عوام یا انسانوں کو مساوی انصاف یا برابری کے حقوق دے سکتے ہیں۔ یہی بنیادی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے دوقومی نظریئے کی بنا پر ہی ۱۹۴۷ء میں ایک الگ ملک حاصل کیا۔ اسوقت بھی ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً بیس پچیس کروڑ سے تجاوز کر رہی ہے۔ یعنی اس پاکستان سے ڈبل پاکستان ہندوستان کی سرزمین میں معرض وجود میں عملی طور پر آ چکا ہے۔ سکھ علیحدہ ملک اور حکومت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ صوبے خودمختاری کی طرف سفر کر چکے ہیں۔ اسوقت ہندوستان کا ظاہری الحاق غیر فطرتی بنیادوں پر قائم ہے۔ جو کسی وقت بھی ریت کی دیوار ثابت ہو سکتا ہے۔

ہندوستان اور پاکستان کے عوام ایک خون، ایک رنگ، ایک نسل اور ایک دھرتی کے باشندے ہیں۔ ہندو ازم یہاں کا صدیوں پرانا مذہب ہے۔ چالیس پینتالیس کروڑ عوام انہی میں سے حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کو کسی نے ظلم یا جبر کے ساتھ اسلام قبول نہیں کرایا۔ پوری ہندی دنیا تسلیم کرتی ہے۔ گیت سنگیت اور بھجن ان کی عبادت کا حصہ اور روح کی غذا ہیں۔ دل و دماغ کے لاثانی شاہکار ہیں۔ ان میں سے جو اسلام کے قریب آیا۔ اس کا دل، دماغ اور روح اسی کا ہو گیا۔ مقناطیسی طاقت اسلام کی تعلیمات اور کردار میں انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ محمود جتنے جی چاہے۔ ہندوستان پر حملے کرتا رہے۔ جب تک کوئی ندا اسلام کے نفاذ کے لئے نہیں آتی۔ اس وقت تک اسلام قبول کرنے والے میسر اور پیدا نہیں ہوتے۔ اسلام کی تعلیم پھیلنے کے لئے جناب ابو الفضلؒ رحمۃ اللہ علیہ نے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان کی سرزمین میں اسلام کا سفیر اور مبلغ مقرر کیا۔ اور انہوں نے یہاں آ کر اسلام کی تبلیغ کی۔ اور مسلمانوں کی خاصی تعداد وجود میں آئی۔ اور یہ تعداد دن بدن بڑھتی گئی۔ ان کے بعد خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مزار سے استفادہ حاصل کیا۔ اور ہندوؤں کے گڑھ اجمیر شریف میں جا کر ڈیرہ لگایا۔ لاکھوں کی تعداد میں ان ہندوؤں کو کلمہ شریف پڑھایا۔ اس کے بعد تمام بزرگان دین پورے ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ کے لئے پھیل گئے۔ اسلام تلوار سے نہیں پیار، ادب، محبت، شفقت سے پورے ہندوستان میں پھیلا۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اور یہ اس کی بنیادی خوبی ہے۔ کہ وہ ہر انسان اور دوسرے عقیدے کے فرد کو ادب، محبت، خدمت، درگزر، برداشت، صبر، تحمل بردباری، اور احترام، عزت

اور حسن سلوک، اخلاق سے پیش آنا دین کا صرف حصہ ہی نہیں۔ بلکہ ایسے عمل نہ کرنا اور حسن سلوک سے پیش نہ آنا۔ حکم خداوندی کی خلاف ورزی اور گناہ عظیم کا تصور اپنے پیروکاروں کو دیتا ہے۔ انسان تو کجا، مسلمان تو درند، چرند، پرند، اور ہر ذی جان کے حقوق تک کی نگہداشت اور خدمت بجالانے کی کوشش اور کاوش میں مصروف رہتا ہے۔ اگر وہ ان فرائض سے چشم پوشی کرتا ہے۔ تو اس کی تمام عبادت، ریاضت، بندگی اور ہر نیک عمل، برباد اور ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ مسلمان رحمۃ اللعلمین کے درس و تدریس کا وارث اور سفیر ہوتا ہے۔ آقائے دو جہاں کی تعلیمات کی روشنی میں ہر کس و ناکس، اعلیٰ ادنیٰ، آقا، غلام، مسلم یا غیر مسلم کی تفریق یا تخصیص کے بغیر برابر کے حقوق، کا حسن سلوک، در گذر، بہترین ادب، محبت، خدمت، احترام، اعلیٰ اخلاقیات، لاجواب عدل و انصاف اور فطرتی تقاضوں میں یکسانیت کی جامع تفسیر اور تاثیر ہوتا ہے۔ مسلمان مخلوق خدا کو متاثر اور موثر کردار کی خوشبو پیش کرتا ہے۔ انسانیت کی معراج کا حسین اور دلکش امتزاج انسانوں کے دلوں کو سکون، راحت، لطف و قرار کی مقناطیسی قوتیں، اسلام کے دائرے میں آنے کی پرکشش صدائیں اور ندائیں ابر رحمت بن کر روح انسانی کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں۔ کاش پاکستان میں دستور مقدس کا نفاذ ۱۹۴۷ء میں ہی ہو جاتا۔ تو آج دنیا کا نقشہ اور سے اور ہوتا۔ مسلمانوں کو ان کی دینی تعلیم اور عمل کی وراثت سے محروم کر دیا گیا۔ اور اب بھی صاحب اقتدار سیاست دانوں میں سے صاحب دل، اور حضور اکرم ﷺ سے محبت کرنے والے، درویشوں، فقیروں کے ماننے والوں اور بزرگان دین کا کلام سننے والوں کے دلوں پر دستک دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ

اسلامائزیشن کا وعدہ پورا کریں۔ وقت ضائع نہ کریں۔ اس کے انعامات کا
رواں عمل کے ہدی خوان کو دوران سفر ہی میسر آسکتے ہیں۔ اسلامی ماحول
انسانیت کو میسر اور مہیا کرو۔ دینی تعلیم اور قانون رائج کرو۔ شریعت محمدی ﷺ
کا نفاذ کرو۔ زندگی کا ہر عمل اس کے زیر اثر کرو۔ ذہنی اور روحانی تربیت کرو۔
پاکستان ملت اسلامیہ کی درس گاہ بن جائے گا۔ یہ عبرت کدہ خیر کدے میں
بدلے گا۔ اسلام کی چودہ سو سالہ پرانی تاریخ پھر سے زندہ و پائندہ ہو گی۔
سرائے فانی سے گذرا کرتے ہیں۔ خواہشات کا بوجھ یا وزن نہیں اٹھایا کرتے۔
سفر، سہولت، آرام اور سکون سے گزر جاتا ہے۔ بظاہر خوشیاں بھاگ جاتی ہیں۔
غم بھاگ آتے ہیں۔ کھیل لطف و کرم کا شروع ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ
کے عمل میں شمولیت کر لو۔ بندے اور خدا کے درمیان حائل خلیج پر ہی غم پل بنا
دیتے ہیں۔ اسلام کو ملک میں نافذ کرنے والو آپ کی خیر ہو۔

۳۶۔ دنیا کی بڑی طاقتوں کا بنایا ہوا بین الاقوامی ادارہ جو یو این او یعنی
اقوام متحدہ کے نام سے منسوب ہے۔ جس کا بین الاقوامی سطح پر جو تاثر دیا جاتا
ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہ ادارہ قوموں، ملکوں کے جھگڑوں کو ایمانداری، دیانت
داری اور انصاف پر مبنی اصولوں کے تحت فیصلے کرتا ہے۔ وہ کسی قوم کو کسی دوسری
قوم پر ظلم، زیادتی، یا غنڈہ گردی نہیں کرنے دیتا۔ کسی ملک کو کسی دوسرے ملک
پر حملہ یا قبضہ بھی نہیں کرنے دیتا۔ اس ادارے کا بنیادی اصول اور منشور یہ ہے
کہ وہ ہر قسم کے ظلم، زیادتی، ناانصافی، حق تلفی کا فوری تدارک کرتا ہے۔
کمزور و غریب، آفت زدہ، غیر ترقی یافتہ ممالک، یا کسی بھی قسم کی ناگہانی آفات
میں مبتلا قوموں اور ملکوں کی فوری مدد اور معاونت اس کا فریضہ سمجھا یا تصور کیا

جاتا ہے۔ اگر کوئی قوم یا ملک کسی دوسرے ملک پر حملہ یا قبضہ کرنے کی جسارت کرے۔ تو اس کو سبق سکھانے کے لئے ہر قسم کی فوجی طاقت کے استعمال سے بھی گریز نہیں کرتا۔ اس ملک کے ساتھ ہر قسم کی قطع تعلقی، تجارت، لین دین اور ہر قسم کی مدد و معاونت ختم کردی جاتی ہے۔ اس ادارے کی کارکردگی کی مختصر رپورٹ جو انہوں نے پچھلے پچاس سالوں میں سرانجام دیں۔ وہ روز روشن کی طرح واضح اور رات کی تاریکی کی طرح عیاں اور نمایاں نظر آتی ہیں۔ ان ہی بین الاقوامی وڈیروں نے عربوں کے سینے پر اسرائیل کا وجود قائم کیا۔ مغرب کی پالیسی کے مطابق اسرائیل اور عرب ممالک کی جنگ ہوئی۔ اسرائیل کو جدید اسلحہ مہیا کیا گیا۔ عربوں کی خوب پٹائی ہوئی۔ اور پوری قوت پامال ہوئی۔ ان کے علاقوں پر اسرائیل قابض ہوا۔ نیپام بموں سے انسانیت کو نیست و نابود کیا گیا۔ عرب آج تک یہ زخم چاٹ رہے ہیں۔ ایران اور عراق کی جنگ کرائی گئی۔ مسلمانوں کی دونوں بڑی طاقتوں کو بری طرح الجھایا۔ ملت اسلامیہ کی طاقت کو کمزور اور اپاہج کیا۔ اور یہ منظر دنیا دیکھتی رہی۔ عراق سے عربوں پر حملہ کروایا۔ عربوں کی معاونت کی۔ کروڑوں ڈالروں کا ناکارہ (ٹائم بارڈ) اسلحہ عراق کے خلاف استعمال کیا۔ دونوں کی معیشت تباہ کردی۔ جو دولت عربوں کی ان کے بینکوں میں تھی۔ وہ اس اسلحہ کی ادائیگی میں وصول کرلی۔ عرب ممالک میں ان کی فوجیں اتریں۔ تیل کی دولت قبضے میں کرلی۔ اسی آڑ میں آج وہ سعودی عرب کے سیاہ و سفید کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ بوسنیا اور کوسوا میں مسلمانوں پر کیا گذری۔ قتل عام ہوتا رہا۔ بچے، بوڑھے جوان بیدردی سے قتل ہوتے رہے۔ بچیوں اور عورتوں کی عصمتیں اور عزتیں لٹتی رہیں۔ ظلم کے تمام طور

طریقوں سے انہیں روندا گیا۔ جب ظلم کی انتہا ہوگئی۔ تو لوگ گھر بار چھوڑ کر ملک سے جان بچانے کے لئے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ دس بیس ہزار نہیں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے ملک چھوڑا۔ ان کی مکمل تباہی تک یو این او کے یہ سب مہذب نمائندے اس ظلم و بربریت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ وہ کیا کر رہے ہیں۔ دیکھتے چلیں۔ امریکہ نے اپنے بین الاقوامی مفادات کے لئے افغانستان کو روس کے خلاف استعمال کیا۔ افغانیوں نے دنیا کی ایک عظیم طاقت کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ یہ جنگ کئی سال تک جاری رہی۔ اس میں افغانستان کے عوام نے بے شمار جانی اور مالی قربانیاں دیں۔ جب امریکہ کا مشن پورا ہو گیا۔ تو اس نے حسب عادت اپنے رویئے میں فوری تبدیلی کی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ امریکہ افغانستان کے جنگی نقصانات کی تلافی کرتا۔ ہر قسم کی معاونت کرتا۔ لیکن اس نے افغانستان میں دو گروپوں کو آمنے سامنے کر دیا۔ اور اس خانہ جنگی کو جاری رکھنے کے لئے اس نے ہر قسم کے حربے استعمال کئے۔ اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ پاکستان کے ساتھ کیا بیت گئی۔ مت بھولئے۔ امریکہ کا ساتواں بحری بیڑہ مشرقی پاکستان کو بچانے کے لئے روانہ ہوا۔ وہ ابھی تک نہیں پہنچا۔ انہیں کی شہ اور خواہش کے مطابق مشرقی پاکستان ہندوستان کی فوجوں کی سنگینوں کی نوک پر الگ کیا گیا۔ پاکستان کے ایٹمی طاقت بننے میں بھی یہی طاقتیں بری طرح حائل ہوتی رہیں۔ جب کہ ایسا کرنے کا ان کے پاس کوئی جواز نہیں تھا۔ ایف ۱۶ کی سپلائی رقم وصول کرنے کے باوجود نہ کی گئی۔ حکومت وقت کو ان حالات کی روشنی میں اپنے دوست دشمن کی پہچان کر لینی چاہیے۔ کشمیر کا کیس ۱۹۴۸ء سے اسی یو این او کے ادارے میں التوا میں پڑا ہے۔ مسئلہ کشمیر

حل کرنے کے لئے رائے شماری اور دوسری قراردادوں کی منظوری یو این او کے نمائندوں نے ہی منظور کی تھی۔ کشمیر کا مسئلہ نپٹانے یا حل کرنے کی بجائے اتنی دیر یا اندھیرا انہی کی منشاء کا حصہ ہے۔ ہندوستان نے کشمیر پر غاصبانہ قبضہ مضبوط اور قائم رکھنے کے لئے اور استصواب رائے کو کچلنے کے لئے سات لاکھ فوج اس مشن کی تکمیل کے لئے جھونک رکھی ہے۔ جو پچھلے پچاس سال سے ہر قسم کا ظلم، زیادتی اور بھیانک وارداتوں کی مرتکب ہوتی چلی آ رہی ہے۔ کشمیری بچوں، بوڑھوں، طالب علموں، جوانوں کا قتل عام، بچوں اور عورتوں کے ساتھ زیادتی اور ظلم کی خوفناک وارداتیں، گھروں کو مع اہل وعیال جلانے کے واقعات، گھروں، جیلوں، تھانوں، عقوبت خانوں میں کشمیریوں کو اذیتیں تکلیفیں دے کر بے پناہ تشدد سے گذار کر قتل کرتی چلی آ رہی ہیں۔ اگر کوئی کشمیری مجاہد ان غاصبوں کی فوج کو نقصان پہنچائے تو یہ شوروغل واویلا مچانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اسی آڑ میں ہندوستانی فوج کشمیر کے مسلمانوں کی نسل کشی کرتی چلی آ رہی ہے۔ دنیا کی یہ مہذب قومیں چپ سادھ کر بیٹھ گئیں۔ ان کا یہ غیر قانونی، غیر اخلاقی، غیر فطرتی جواز اور پروپیگنڈا دنیا کی کوئی مہذب قوم ماننے کے لئے تیار نہیں۔ حق استصواب رائے کشمیریوں کا قانونی اور فطرتی حق ہے۔ اور یو این او کی قراردادیں موجود ہیں۔ دنیا کی کوئی مہذب قوم ان کے غیر منطقی موقف کو ماننے کو تیار نہیں۔ ہندوستان کسی فورم، کورٹ اور ٹیبل پر بیٹھ کر اس جھوٹے، غلط باطل اور بے بنیاد موقف کا سامنا نہیں کر سکتا۔ کشمیر کشمیری مسلمانوں کا ملک ہے۔ اور پاکستان کی جان ہے۔ ہندوستان کے سیاستدانوں کی سمجھ میں یہ بات آ جانی چاہیے۔ انہوں نے پاکستان کے ساتھ اس سلسلہ میں دو جنگیں لڑیں۔ کشمیری

مجاہدین آج بھی آزادی کی جنگ بڑی جرات، حوصلہ، اور دین کی روشنی میں لڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم اور مژدہ سنا کر شان جلالی اور جمالی میں عملی طور پر گزرنے کی سعادت فرما رکھی ہے۔ ہندوستان کی فوج اس علاقے سے بچ کر نکل ہی نہیں سکتی۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ حکومت آزاد کشمیر پوری ملت اسلامیہ کو کشمیر میں جہاد کی اجازت دے۔ خاص کر اپنے افغانی بھائیوں کو آپس میں لڑائی بند کر کے کشمیر میں جہاد کی دعوت دیں۔ اور کشمیری بھائیوں کے شانہ بشانہ مل کر جہاد کا فریضہ ادا کریں۔ ہندوستان کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا اس کا مقدر بن چکا ہے۔ وہ کشمیریوں کے جذبہ حریت سے اچھی طرح واقف اور آگاہ ہیں۔ ہندو سیاست دانوں، فوج، اور عوام کے قواء مضمحل ہو چکے ہیں۔ وہ بہتر جانتے ہیں۔ کہ پاکستان سے دوگنا بڑا پاکستان ہندوستان کے اندر موجود ہے۔ اس کے علاوہ سکھ، عیسائی، پارسی، بدھ مت وغیرہ اور ان کے تمام صوبے اور تمام اقوام ہندوؤں کی تنگ نظری، ذات پات کی تقسیم، خود غرضی، نا انصافی، نفرت، حقارت کے فرق جیسی اذیت ناک زیادتیوں سے پہلے ہی تنگ آچکے ہیں۔ کشمیر ان کا عبرت کدہ بننے والا ہے۔ ان کے متواتر اور مسلسل ظلم، زیادتی، نا انصافی، قتل و غارت، دہشت گردی نے ان کی بدبختی، رسوائی، اور ندامت کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ ذی شعور اہل ہند بھی اپنے سیاست دانوں کی اس ہٹ دھرمی سے نالاں ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر نہ تو ان کا کوئی موقف ہے نہ کوئی جواز۔ پچھلے پچاس سالوں کے طویل عرصہ میں نہ وہ کشمیریوں کے جذبہ حریت کی آگ کو بجھا سکے۔ اور نہ ہی دبا سکے۔ ان کی بدنصیبی کے بدنصیب آنسو اب گرنے کو ہیں۔ ہندوستان کے سیاست دان اپنے انجام سے

واصل ہونیوالے ہیں۔ ہندوستانی حکومت کشمیری مسلمانوں کو اس پچاس سالہ جنگ کا تاوان دینے کی پابند ہے۔ پاکستان کو کشمیری مجاہدین کے عمل میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔ اور کسی بڑی طاقت کے دباؤ میں نہیں آنا چاہیئے۔ ہندوستان، پاکستان پر اسی الزام کی بنا پر دو جنگیں مسلط کر چکا ہے۔ کہ پاکستان کی فوج کشمیر میں جنگ لڑ رہی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر دنیا کے تمام نمائندے بلائیں۔ ان کو دعوت دیں۔ اور انہیں دکھائیں۔ کہ کشمیر میں صرف کشمیری مجاہدین ہی لڑ رہے ہیں۔ دنیا کو حقائق اور حالات سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ اگر پھر بھی ہندوستان پاکستان کے کسی علاقہ پر حملہ آور ہوتا ہے۔ تو خدا پر بھروسہ کرو۔ اور اپنی عوام کو متحد کرو۔ اپنے دوست اور دشمن کی پہچان کرو۔ رندانہ جرات سے کام لو۔ کسی بڑی طاقت کی بلیک میلنگ میں مت آؤ۔ اہل قلم، لکھاری، اور نشر و اشاعت کے تمام اداروں کے چھوٹے بڑے ورکروں یعنی سبھی مجاہدین سے مودبانہ التماس کرتا ہوں۔ کہ آپ نشر و اشاعت کے محاذ پر پوری دنیا کو موثر انداز میں کشمیر اور مجاہدین کے اصل حقائق سے یعنی آزادی کی جنگ سے روشناس کرائیں۔ ہندوستان کے پچاس سالہ ظلم و ستم، تشدد اور غاصبانہ قبضہ، اور سات لاکھ فوج کی گھناؤنی کاروائیوں سے دنیا کو آگاہ کریں۔ بین الاقوامی سطح پر رائے عامہ کو ہموار کریں۔ خاص کر پاکستان کے ہمسایہ ممالک کو اصل حقائق اور پوزیشن سے آگاہ رکھیں۔ یعنی ایران، افغانستان، روس سے آزاد ہونے والی تمام ریاستیں، روس، ترک، عرب ممالک اور چین، تمہارے حق میں یہی لوگ حق سچ کی بات کر سکتے ہیں۔ اور ہندوستان کے خلاف ہماری بھرپور مدد اور معاونت کرنے کے قابل ہیں۔ انڈیا بین الاقوامی طور پر اپنی ساکھ

کھو چکا ہے۔ امریکہ کی دوغلی پالیسی سے آگاہ ہو کر بین الاقوامی حالات کی روشنی میں اپنی فارن پالیسی کا جائزہ لیں۔ اور ضروری ترمیم کریں۔ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈریں۔ یہ ٹھیک ہے کہ امریکہ کے پاس بہت سے ایٹم بم ہیں۔ اور یہ دنیا کی سرفہرست ایٹمی طاقت ہے۔ یہ تمام انسانیت کے لئے (curse) ہیں۔ یہ دوزخ کا ایندھن ان کے پاس موجود ہے۔ ان کو آگ لگنے کی دیر ہے۔ ان کا اور اس کائنات کا نقشہ بدل جائے گا۔ انہوں نے یہ بم اپنے تحفظ کے لئے بنائے۔ اور اقوام عالم کو سرنگوں کرنے کے لئے یہ سب کچھ کیا۔ مگر ان بموں کا تحفظ ان کی ذمہ داری بن چکا ہے۔ کوئی بھی فطرت کا عمل ان کے ذخائر کو کسی وقت بھی ماچس کی تیلی دکھا سکتا ہے۔ انسانی عقل بہت کچھ سوچتی اور بہت کچھ کرتی ہے۔ لیکن وہ قدرت کی سیکرٹ کاروائی سے واقف نہیں ہوتی۔ امریکہ کے سیاستدانوں اور حکمرانوں سے نہایت ادب سے گذارش ہے۔ کہ جو قومیں انصاف اور عدل کو چھوڑ جاتی ہیں۔ قدرت ان کا بھی ساتھ نہیں دیتی۔ قادر مطلق جو چاہیں۔ سو وہ کرتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ عبرت ناموں سے بھری پڑی ہے۔ یہ اپنی مذہبی تعلیم سے بھی روگردانی کرتے چلے آرہے ہیں۔ اپنی عقل کو نہیں نوشتہ دیوار کو پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ زمانہ بدل چکا ہے۔ اب وقت کروٹ لے چکا ہے۔ اگر یورپی اقوام اپنے ماضی کو بھول کر پرانی دشمنیوں کو ختم کر کے جنگوں کے زخم چاٹ کر ایک مرکز پر جمع ہو سکتی ہیں۔ اور پورے یورپ کی ایک کرنسی اور تمام یورپی ممالک کے لوگ ایک دوسرے ممالک میں آ جا سکتے ہیں۔ ان پر کسی قسم کی اس ضمن میں کوئی پابندی نہیں۔ وہ آپس میں ایسے تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔ تو کیا دنیائے اسلام

کے تمام ملک ایک مرکز پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ تمام اسلامی ممالک کے نمائندوں کو ایک اسلامی وحدت کے جھنڈے کی روشنی میں بلا کر اسلامی دنیا کی ایک مجلس شوریٰ اور اس کا امیر المومنین چن کر بین الاقوامی سطح پر ایک مرکز قائم نہیں کر سکتے۔ دین کی تعلیم، تربیت، اور عمل تمام ممالک میں رائج کریں۔ اسلامی بینک قائم کریں۔ آپس میں تجارت تک فروغ دیں۔ ایک دوسرے ملک میں آنے جانے کی پابندی ختم کریں۔ ہر شعبہ میں ہر کسی کی مدد معاونت کریں۔ آپ سب لوگ مل کر اپنے آپ کو اس قابل بنائیں۔ کہ اقوام عالم میں مسلمانوں کا ایک ملی تشخص پیش ہو۔ آپس میں جنگیں بند کریں۔ محبت، اخوت، درگذر، عفو، مدد و معاونت، بھائی چارہ، حسن اخلاق، اور ایثار و نثار کی فضاء قائم کریں۔ ترقی پذیر ملکوں کی معاونت کریں۔ مسلمانوں کا ایک ایسا مضبوط بلاک بنائیں۔ کہ آپس کے فیصلے آپس میں بیٹھ کر کریں۔ اس کار خیر میں بھی پاکستان کو ہی پہل کرنی چاہیئے۔ اس ارفع اور اعلیٰ مشن کی تکمیل کے لئے اہل دل، اہل درد، اہل شعور، اہل بصیرت، اہل دانش شخصیتوں کو جمع کریں۔ اور ہنگامی بنیادوں پر مسلمانوں کو اکٹھا کریں۔ اور ملت اسلامیہ کا ایک بہت بڑا فریضہ ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عطا کردہ توفیق میں اضافہ فرمائے۔ آمین۔

۲۷۔ حکومت اور اقتدار کا نشہ انسان کو بے حس، ظالم، سفاک، بے رحم، جور و ستم کرنے والا حیوان ناطق ہی بنا کر رکھ دیتا ہے۔ ہر دور حکومت میں اقتدار اعلیٰ کی یہ ممبر اسمبلیاں، مشیر، وزیر، وزیر اعلیٰ، گورنر، وزیر اعظم اور صدر پاکستان، قتل و غارت، ڈاکے، دہشت گردی، عصمت دری، رشوت خوری، سفارش، عدل و انصاف مفلوج کرنے اور بے روزگاری، انصاف کے حصول کی ناکامی

کی صورت میں خودسوزی جیسے الم ناک، دردناک، اور عبرتناک واقعات پر مشتمل اخباری بلٹن روزانہ پڑھتے اور سنتے آ رہے ہیں۔شائیدان کے سینے میں دل نہیں پتھر ہیں۔شائیدان کی احساس والی بینائی اور سماعت والی حس مفلوج ہو چکی ہے۔اتنے گھناؤنے اور اندوہناک واقعات جہاں انسانیت سسک اورتڑپ رہی ہو۔وہاں یہ حاکم وقت ہردور میں ہزاروں میں سے ایک آدھ واقعہ پر پہنچ کرفاتحہ اورافسوس سے مظلوموں کے اہل خانہ سے رسمی افسوس کرنے پر اکتفا کرتے چلے آرہے ہیں۔قانون کے ہاتھوں مجبوری بے بسی کے راگ الاپ کر یا مجرموں کو کیفرکردار تک پہنچانے کی نوید دے کر رخصت ہو جاتے ہیں۔جس سسٹم سے یہ حکمرانی کرتے ہیں۔اس میں انصاف کے حصول کی گنجائش ہی نہیں۔دوسرا طریقہ کارا تنا مشکل،طویل اور مہنگا ہے۔کہ عام آدمی کے بس کا روگ نہیں۔اچھی فیس،اچھا وکیل عدالتوں میں سچ جھوٹ اور جھوٹ سچ ہوتا رہتا ہے۔اس طرح انصاف عدالتوں میں ہی دم توڑ جاتا ہے۔ ملک کے ہر ایم پی اے،ایم این اے،اور سینیٹ کے ممبران ان سادہ لوح عوام سے ووٹ حاصل کر کے اقتدار کے ایوانوں میں پہنچتے رہے۔اور پھر اسی عوام کو گندے انڈے کی طرح ناکارہ اور حقیر سمجھ کر اپنے تعلق سے الگ کر کے پھینک دیتے رہے۔ایوان اقتدار میں بیٹھ کر اپنے اور اپنے خاندان اور ابن الوقت لوگوں کی خوشحالی کے لئے ملکی خزانہ اور وسائل لوٹتے رہے۔ہر دوست ممالک سے ملک کی معاشی زبوں حالی کا رونا رو کر مالی اعانت حاصل کرتے رہے۔بے شمار حقائق عوام کے سامنے نہ آسکے۔انہوں نے یہ سب کچھ کھایا۔اور پیا،اور ڈکار تک نہ لیا۔علاوہ ازیں آئی ایم ایف سے بڑے بڑے قرضے حاصل

کئے ۔کلی اختیار رکھنے والے یہ حکمران لوٹ کھسوٹ کرتے رہے ۔اسمبلیوں میں بیٹھ کر اس کے حصے بخرے کرتے رہے ۔اور پاکستان میں اپنی اپنی ریاستیں، ملیں ،اور کوٹھیاں، محل، کارخانے، کاروبار، تجارتی منڈیاں، کاریں، اور ذاتی ملازمین بڑی خوش اسلوبی سے ترتیب دیتے ۔اور اپنی اپنی ریاستوں کی حکمرانی کو خوب قائم و دائم رکھتے چلے آرہے ہیں ۔انہی سرکاری حیثیتوں کی بنا پر انہوں نے بیرون ملک بھی ہر قسم کے کارخانے، اور کاروبار قائم کر رکھے ہیں ۔عوام ان کے ہر گھناؤنے، معاشی اور معاشرتی ظلم کی آگاہی تک سے آشنا نہیں ہو پاتے ۔ ان کو ٹیکسوں، بلوں اور مہنگائی کے خوفناک پھندوں میں کستے جکڑتے اور شکنجے کستے رہے ہیں ۔ان کا معاشی استحصال بڑی بے رحمی سے کرتے رہے ۔ان معاشی قاتلوں ظالموں، ناانصافوں، اور لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کے ایام اب پورے ہو چکے ہیں ۔ان دس بارہ ہزار خاندانوں سے حساب چکانے کا وقت اب آ گیا ہے ۔آپ ان کا احتساب امانت داری، اور دیانت داری سے کریں ۔ان کے حاصل کئے ہوئے یہ سب قرضے ملک و ملت کی امانت ہیں ۔ان سے انہوں نے یہ سب کچھ بنایا ۔مزدوروں کا معاشی قتل کیا ۔اور ان کی محنت نہ ہونے کے برابر ادا کی ۔دو نمبر کھاتے تیار کر کے ٹیکسوں کی ادائیگی نہ کی ۔بجلی، گیس کی چوری کے مرتکب ہوتے رہے ۔اس بدعملی کی آبیاری سے یہ خوب پھلتے پھولتے رہے ۔ان کے پاس جو کچھ ہے ۔وہ سب کچھ ملت کی امانت ہے ۔ان سے یہ خزانہ لوٹا ہوا واپس لینا صاحب اقتدار کی ڈیوٹی کا حصہ ہے ۔آپ ان کا نیک نیتی سے احتساب کریں ۔اور لوٹا ہوا خزانہ ہر ظالم اور جابر سے واپس لیں ۔ان کی ملوں، فیکٹریوں اور جاگیروں میں مزدوروں، محنت کشوں کا معقول

حصہ مقرر کریں۔ اسی فی صدی کسانوں پر مشتمل دیہاتیوں کی طرف پوری توجہ دیں۔ انہیں تمام ضروری سہولتیں مہیا کریں۔ تاکہ وہ محنتی، جفاکش، نیک دل لوگ اس ملک کی قسمت کو بدلنے میں اہم کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔ آپ کے اس عمل کے صدقے کم از کم نوے فی صد عوامی مینڈیٹ آپ کی زندگی میں آپ کا ہوگا۔ اور سو فی صدی جب تک دنیا قائم رہے گی۔ آپ کا نصیب بن چکا ہوگا۔ ایسے عمل کی تکمیل کے لئے مخلوق خدا اور بزرگان دین کی طرف سے پیشگی مبارکباد قبول کیجئے۔

۳۸۔ سب اہل اقتدار اور حکمران اپنے دور میں ایسی بے حسی، بیرحمی، غفلت، کوتاہی، اور غیر ذمہ داری کا کھیل کھیلنے میں مصروف رہے ہیں۔ اپنی تعمیرات، اپنے محل، اپنی ملوں، کارخانوں، کاروبار، اور ذاتی مفادات کے لئے اپنی سرکاری حیثیتوں کا فیض حاصل کرتے چلے آرہے ہیں۔ عدلیہ اور انتظامیہ کو اپنے تحفظ اور فوائید کے لئے استعمال کرتے رہے۔ غربت، افلاس، ظلم، ستم، قتل و غارت، دہشت گردی کا کلچر، ان کے زیر نگرانی پھلتا پھولتا چلا آرہا ہے۔ اور وہ اس کے تدارک سے بے نیاز رہے۔ وہ ضروریات اور خواہشات کی تکمیل کے عذاب میں دندناتے، ناچتے اور کودتے رہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ تمام کردار صفحہ ہستی سے مٹتے اور ابھرتے رہے ہیں۔ اور اپنے اعمال کی عبرت سے بچ نہ سکے۔ وہ اقتدار حاصل کرنے کے لئے درویشوں، فقیروں کے در پر سائل بن کر آتے جاتے رہے۔ اور کبھی دعا دینے والے سائل بن کر ان کے دروازوں پر دستک دیتے رہے۔ کہ خوف خدا کرو۔ اور مخلوق خدا کی عافیت اور خیریت کے فرائض دین کی روشنی میں ادا کرو۔ حضور اکرم ﷺ کے وسیلے اور

واسطے سے دعا کرو۔ شریعت محمدی ﷺ کا نفاذ کرو۔ اپنی کوتاہیوں پر ندامت کے آنسو بہاؤ۔ فریاد، آہ، تڑپ۔ بیداری یہ سب روح کے سوز کے ساز ہیں۔ ذرا ان کو چھیڑو۔ زندگی میں انقلاب برپا ہو گا۔ تنہائی میں بات کرو۔ قدرت جواب دے گی۔ اور رہنمائی کرے گی۔ یہ دنیا ماتم کدہ ہے۔ اس ماتم کدے میں صاحب بصیرت شہنائیاں نہیں بجاتے۔ بلکہ عجز و انکساری سے اپنی ذمہ داری خوف خدا کی روشنی میں ایمان داری اور دیانتداری سے نباہتے اور ادا کرتے ہیں۔ صاحب اقتدار چاہے وہ امیر ہوں یا جاگیردار۔ ان میں بھی خوف خدا کے وارث اور پاک طینت لوگ موجود ہوتے ہیں۔ اور ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ اس نظام اور سسٹم سے ان کے دل بھی بیزار اور نفرت کرتے ہیں۔ یہ پیغام ان نیک دل انسانوں تک پہنچانا بھی واجب اور ضروری ہے۔ سچائی ایسے لوگوں کو اپنا ہم سفر اور اپنا ذاکر بنا لیتی ہے۔ حق کا متلاشی جب اس مقدس سفر پر نکلتا ہے۔ تو فطرت کے حسین روپ اور دلکش نظارے اس کی روح اور احساس پر فدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ لذت آشنائی کا ذائقہ اور خوشبوئے محمد ﷺ اس کی روح کو معطر اور مقدس کرتی چلی جاتی ہے۔ وہ کائنات میں خیر کا داعی، اور انسانیت کی بہبود کا ضامن بنا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حاکم وقت اور ایسے نیک دل صاحب اقتدار لوگوں اور ملت اسلامیہ کو اس درس گاہ کا حقیقی طالب علم بنا کر شریعت محمدی ﷺ کے اعلیٰ و ارفع نظام کو قائم اور دائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۳۹ اہل دانش، اہل حکمت، دیدہ وروں، اہل قلم، عزیزوں، دوستوں، بھائیوں سے ملتجی ہوں۔ کہ وہ درج ذیل سوالات کو پڑھیں۔ پرکھیں اور اپنے

فیصلوں سے ملت کی رہنمائی کریں۔

۱۔ کیا یہ جمہوری نظام اسلامی نظام کا نعم البدل ہے؟

۲۔ کیا جاگیرداروں، وڈیروں، اور سرمایہ داروں پر مشتمل جمہوریت کے جاہل پادری ہی دین اسلام کے وارث یا رہبر بن سکتے ہیں۔؟

۳۔ جمہوری نظام کے تحت نمائندہ چننا اور مجلس شوریٰ کا نمائندہ چننے کا طریقہ کار ایک دوسرے کے قریب ترین ہے۔ مگر کیا اسلام اور کفر کی حدیں ایک دوسرے کے قریب ترین نہیں؟ لیکن پھر بھی اسلام، اسلام ہے۔ اور کفر کفر ہے۔ اس کی وضاحت عالم دین ، درویش، یا کسی فقیر کے ماننے والے بہتر جانتے ہیں۔ یہ سب مل کر اس نکتہ کی وضاحت کریں۔ کہ جمہوریت اور اسلام میں کیا تعلق ہے اور کیا دوری ہے؟

۴۔ یہاں یہودیوں کا معاشی نظام، عیسائیوں کا جمہوری، ہندوازم کا برہمنی نظام اسلام کے جھنڈے تلے پاکستان کے مسلمانوں پر اجتماعی طور پر ملکی قوانین اور ضوابط کو سرکاری حیثیت دے کر رائج الوقت کرنے سے ملت کا تشخص کون سا تیار ہوگا۔ یہودی ہوگا۔ عیسائی ہوگا، یا ہندو ہوگا، یا ملت کا کریکٹر ان تینوں کا مکسچر ہوگا؟

۵۔ کیا پاکستان صرف اسلامی تعلیمات پڑھنے پڑھانے سننے اور سنانے کے لئے معرض وجود میں لایا گیا تھا؟

۶۔ کیا اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات نہیں رکھتا؟ انسانوں کا اسمبلیوں کے اندر قوانین وضوابط تیار کر کے ملک چلانا اللہ تعالیٰ کے خلاف کھلم کھلا بغاوت ہے یا نہیں؟

۷۔کیا ملک کا یہ اسمبلی ہال جس کے دروازہ پر کلمہ شریف درج ہے۔اور اس کے اندر یہودیت، عیسائیت، اور ہندوازم کے زیر اثر عملی زندگی نافذ العمل کرنے کے قوانین وضوابط تیار کئے جائیں۔اور پاکستان کے مسلمانوں پر ان کو لاگو کیا جائے۔عمل تمام غیر اسلامی اور نام مسلمان، تمام اہل وطن کے لئے یہ لمحہ فکر یہ۔ کہ اس طرز حیات کو اپنانے کے بعد وہ مسلمان کہلا بھی سکتے ہیں۔یا نہیں؟

۸۔ کیا جمہوریت کے باطل بطن سے پیدا ہونے والے نمائندے اور ان نمائندوں پر مشتمل یہ تمام اسمبلیاں جو یہودیت، عیسائیت، اور ہندوازم کے طریقہ کار اوران کی روشنی میں ملکی نظم ونسق کا ڈھانچہ تیار کرنے اور ملت اسلامیہ کو اس ڈھانچے میں ڈھالنے کا باطل نظام مسلمانوں پر قانونی طور پر رائج کریں۔ اور یہ چودہ پندرہ کروڑ مسلمانوں کو یہودیت، عیسائیت اور ہندوازم کی تعلیم اور عملی زندگی کو ملکی قانون اور آئین کا تحفظ دے کر معاشی، معاشرتی اور انتظامی امور کے تحت حکمرانی کریں۔کیا ان میں ملت اسلامیہ کا اپنا تشخص تیار ہوسکتا ہے۔کیا مسلمانوں پر اس نظام کی پیروی کرنا جائز اور واجب ہے؟

۹۔ مسلمان ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان کی سرزمین میں سجدہ ریز ہوئے۔انہوں نے اپنے گھر، زمینیں، جائیدادیں، کاروبار، مال وجان، وطن، ماں باپ، بزرگوں کی قبریں، اپنی ماں، بہنوں، بیٹیوں کی عزتوں، عصمتوں کی قربانیاں، قافلوں پر حملے اور قتل عام۔لاکھوں، شہادتیں، سفر کی طویل صعوبتیں، اذیتیں، بھوک، نوجوان، ماؤں، بہنوں بیٹیوں کے چھن جانے اور ہندوؤں اور سکھوں کے یرغمال بنا لینے کے گھناؤنے زخم کھائے۔کیا ان جاگیرداروں، سرمایہ داروں کی بد قماشی، بدمعاشی اور اس باطل جمہوریت نظام حکومت کو قائم

اور اس کی پیروی کرنے کے لئے یہ سب قربانیاں دی تھیں۔ یا اسلام کے نفاذ کے لئے؟

۱۰۔ کیا یہ مسلمانوں کے ساتھ سازش اور دین کے خلاف عملی بغاوت نہیں، کیا ان ہزار بارہ سو ممبران کو چودہ پندرہ کروڑ کی عملی اور دینی زندگی کو ختم اور مفلوج کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ کیا یہ ملکی نظام اور انتظامی مشینری، ادارے اور عدلیہ کے تمام منصف ان کے تیار کردہ اور رائج کردہ قانونی شکنجوں کی اطاعت میں جکڑے ہوئے بے بس، مجبور اور مظلوم نہیں۔ کیا ان کی روحیں اسلام کی معطر فضا میں سانس لینے کے لئے بے تاب نہیں۔ کیا یہ عدل و انصاف اور اس کا فریضہ شریعت محمدی ﷺ کی روشنی میں بجا نہیں لا سکتے؟

۱۱۔ ملک میں جمہوریت کے سودائیوں، فدائیوں کی لوٹ کھسوٹ، ظلم، زیادتی، نا انصافی، ملکی وسائل پر غاصبانہ قبضہ، عوام الناس کا معاشی قتل، کوٹھیاں، محل، عشرت کدے، جاگیریں، ملیں، کارخانے، ہیبت ناک بلڈنگوں پر مشتمل دفاتر، بڑی بڑی گاڑیاں، ہیلی کاپٹر، جہاز، ٹیلیفون، کمیشنیں، رشوتیں، سمگلنگ، اندرون ملک بیرون ملک بینکوں میں بے حساب ڈالر، ہارس ٹریڈنگ، سنگدلی، درندگی، حق تلفی، عدل کشی، بینکوں سے قرضوں کا حصول اور ان کی معافیاں، اقتدار کے جوڑ توڑ میں ملکی خزانہ کی لوٹ سیل، ملک کو توڑنے کے مجرم اور ان کی ہر قسم کی بدعنوانیوں، بدقماشیوں اور بدمعاشیوں سے بھرے ہوئے نظام کو مزید قائم رکھنا صوبوں میں اقتدار اور نفرت کی جنگ جاری رکھنا، اور ملک کے مزید ٹکڑے کرنے کے عمل کو جاری رکھنا مناسب ہوگا یا نہیں۔ کیا سپریم کورٹ

کے چیف جسٹس صاحب ان بد اعمال، بد کردار، خود غرض، اور ملکی سلامتی کے خلاف گھناؤنا کھیل کھیلنے والے سیاست دانوں کے خلاف از خود کوئی کاروائی عمل میں لانے کے پابند ہیں یا نہیں؟

۱۲۔ یہ ہوشیار، مکار، اور شاطر سیاستدان عوام کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس کی خواہش اور طلب کی دھڑکن کو چیک کرتے ہیں۔عوام الناس کی کمزوری اور رجحان کو اپنا سیاسی نعرہ یا ماٹو (Moto) بناتے ہیں۔کبھی روٹی کپڑے کا نعرہ، کبھی سوشلزم کا، اور کبھی اسلامائزیشن کا نعرہ الیکشن جیتنے کے لئے معرض وجود میں آتے رہے۔ جتنا بڑا مینڈیٹ موجودہ حکمرانوں کو اسلام کے نفاذ کی خاطر ملا۔ اس کی مثال پاکستان کی ہسٹری میں موجود نہیں۔وقت تیزی سے گذر رہا ہے۔ وعدہ ابھی تک پس پشت پڑا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے۔کہ حکمرانوں نے اسلامائزیشن کا صرف وعدہ کیا تھا۔ابھی وعدہ پورا کرنے کا وعدہ شائد نہیں کیا تھا۔ ان کو وقت کے عبرت کدے میں اتنی من مانی اور وعدہ خلافی کرنا مناسب نہیں۔ یہ لوگ قابل معافی تو نہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔اور انہیں توفیق عطا کرے۔ویسے بھی اتنا بڑا مینڈیٹ جو عوام نے اسلامائزیشن کے لئے حکومت وقت کو دیا۔اس عہد کا پورا کرنا ان کا فرض ہے کہ نہیں؟

۱۳۔ ملک میں اسلامی نظام رائج الوقت کر کے اسلامی تشخص کو دنیائے عالم میں روشناس کرانا، رحمت اللعالمین ﷺ کا درس، تعلیم، تربیت ہی بنی نوع انسان کو محبت، اخوت، پیار، ادب، خدمت، صبر، تحمل، بردباری، درگزر، عفو، عدل و انصاف اور خوف خدا سے تیار، خوب صورت لطافتوں اور دل کش نفاستوں سے سینچا ہوا اعتدال پر مبنی معاشرہ اور انسانی فطرت کے مطابق رحمتوں اور برکتوں

سے بھر پر فضا اور ماحول پوری انسانیت کو سورج کی کرنوں کیطرح اپنی روشنی میں سمیٹ لینے کے لئے طاقت اور صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں۔ کیا مسلمانوں کو اور پوری انسانیت کو اس الہامی فیض سے محروم رکھنا مناسب ہے؟ فیصلہ عوام اور حاکم وقت کریں کہ انہوں نے اپنی عاقبت کو کسطرح کا انجام دینا ہے؟

۱۴۔ ہمیں کسی مذہب، کسی عقیدے، کسی ملک کے طریقہ کار سے کوئی اختلاف نہیں۔ وہ اپنے اپنے ملکوں میں اپنے طریقہ کار کو بڑی خوشی سے اپنائیں۔ ہمیں اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔ ہمیں تو اپنے مذہب کے دستور کے مطابق زندگی گزارنے اور اسلامی تشخص تیار کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔ معاشرے کی تشکیل حکم خداوندی کے ابدی اصولوں کے تحت ہونی چاہیے۔ تاکہ ہر کس و ناکس کو دین کے ثمرات سے استفادہ کرنے کا موقع مل سکے۔ کیا ایسا کرنا بہتر ہوگا یا نہیں؟

۱۵۔ کیا دین حنفی، مالکی، حنبلی، اہل حدیث، اہل قرآن، سنی یا شیعہ ہے۔ جس دن یہ حکم آیا۔ کہ (آج دین مکمل ہوگیا ہے) دین کی اطاعت وہاں سے شروع کریں اور نافذ کریں۔ یہاں یہ بات واضح کرنا بہت ضروری ہے۔ کہ ان تمام بزرگوں میں سے کسی بھی فرقہ بند ہونے کی اجازت نہیں دی۔ یہ ہماری ناقص العقلی اور ان طیب ہستیوں کی تعلیمات کے متضاد ضدوں کے تصادم ہماری جہالت کا سبب بنا ہے۔ اور ان نیک ہستیوں کو بت بنالیا ہے۔ اس خود ساختہ جہالت سے بالا ہو کر اسلام نافذ کریں۔ ان تمام پاک اور طیب ہستیوں کو درجہ بدرجہ بڑے ادب کے ساتھ سلام پیش کریں۔ کیا ایسا کرنے سے ملک میں کسی قسم کا انتشار باقی رہ سکتا ہے؟

۱۶۔ کیا اسلام میں چور، ڈاکو، دہشت گرد، ظالم، بدکردار، غاصب، جاہل،

کرپٹ، کمیشن خوروں کو مسلمانوں یا نیک، صالح، پرہیزگار، متقی اور رزق حلال کے متلاشی لوگوں کا حکمران چنا جا سکتا ہے۔ کیا ایسے حکمرانوں کی اطاعت کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

۱۷۔ کیا اس یتیم اور مسکین ملک (پاکستان) کو چچاؤں اور تاؤں کے ظلم سے نجات دلانا ان کے آہنی شکنجے کو توڑنا چودہ پندرہ کروڑ کلمہ گوؤں کو ان بھیڑیوں سے چھڑانا۔ اور ان کی وراثت اور ان کا حق واپس دلانا۔ اور ان خونی درندوں اور خرکاروں کے سسٹم سے ملت اسلامیہ کو نجات دلانا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ نہیں۔

۱۸۔ کیا یہ ٹھیک ہے کہ دولت کا نقصان کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ صحت کا نقصان ایک چھوٹا اور ہلکا نقصان ہے۔ اور کریکٹر و کردار کا نقصان ایسا نقصان ہے۔ کہ جس کی کوئی تلافی نہیں۔ کیا ملک کا غیر اسلامی نظم و نسق چلانیکا طریقہ کار انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک کریکٹر و کردار تشکیل و تکمیل نہیں کرتا۔ کیا اس سسٹم نے ملت کو کینسر کی جان لیوا بیماری میں مبتلا نہیں کر رکھا۔ کیا اس سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے کہ نہیں؟

۱۹۔ ملک میں دو مارشل لا حکومتیں وجود میں آئیں۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آسکی۔ کہ اس نظام اور سسٹم میں ہر قسم کی برائی کی گنجائش اور آفرینش ہوتی رہتی ہے۔ شرعی نظام سے انہوں نے بھی پرہیز کیا۔ اور کیا وہ بھی اقتدار سے لے کر زوال تک سفر کر کے فارغ نہیں ہو گئے؟

۲۰۔ کیا ملت ان سیاستدانوں کی اقتدار کی جنگ میں ملک میں مزید انارکی اور قتل و غارت، کا دائرہ وسیع کرنا چاہتی ہے۔ یا ملک میں تیسرا مارشل لا نافذ کرانا

چاہتی ہے۔اب ان سیاست دانوں نے اگر ملت کے دکھوں کا مداوا نہ کیا تو تیسرا مارشل لاء ملک میں غیض وغضب کا مارشل لا ہوگا۔وقت سے پہلے وعدہ ایفا کر دیں۔تا کرنا گہانی آفات سے ملک وملت محفوظ رہیں۔کیا ایسا کرنا ملک وملت اور صاحب اقتدار کے لئے بہتر ہوگا یا نہیں؟

۲۱۔ ان حکمرانوں نے ملت اسلامیہ کو جماعتوں میں تقسیم کر دیا ہے۔اسکا شیرازہ بکھرتا جارہا ہے۔صوبائیت کی سرد جنگ صوبوں میں جاری ہو چکی ہے۔ مشرقی پاکستان جیسی فضاء پیدا کی جارہی ہے۔یادرکھو۔صرف مسلمانوں کو کلمہ شریف ہی مرکزیت عطا کرسکتا ہے۔ملت کا یہ بگڑا ہوا کام سنوارنا دنیا اور آخرت کے لئے بہتر ہوگا یا نہیں؟حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں تبلیغ کی۔اور یہاں مسلمان پیدا کئے۔علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے لئے الگ ملک کا تصور (پاکستان) دیا۔اور قائم کیا۔تبلیغ اسلام کرنے والی ہستیاں اور کلمہ پڑھانے والے تو مستند فقیر ہوئے۔ان مسلمانوں کے لئے جو گھر بنائے۔یعنی پاکستان۔وہ کون ہوں گے۔یقیناً وہ بھی فقیروں کو ماننے والے یعنی فقیر،اور جو اس ملک میں اسلام نافذ کرے گا وہ کون ہوگا۔یقیناً وہ بھی فقیر۔فقیروں کا ماننے والا غلام ہی ہوگا۔اور جو اس کار خیر میں حصہ لیں گے۔یقیناً وہ بھی اسی گروہ کے رکن ہوں گے۔زندگی کے بعد نام روشن کرنے والا چراغ ہمیشہ زندگی میں ہی جلایا جاتا ہے۔کیا آپ ایسا کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟

۳۰۔ ان سوالات کی روشنی میں ہر محب وطن انسان کا فرض بنتا ہے۔کہ وہ حقائق کو پرکھے،سمجھے اور احسن طریقہ سے اس گتھی کو سلجھانے کی عملی کوشش

کرے۔ تا کران بد بخت بدقماش، بدمعاش سیاستدانوں سے نجات پا سکیں۔
ان سب کا احتساب کرنا نہایت ضروری ہو چکا ہے۔ ہر آدمی کی یہ سوچ ہے۔ کہ
اس ملک میں اعلیٰ تعلیم یافتہ سائنسدان، انجینیر ڈاکٹر، حکیم، طبیب، زراعت کے
ماہرین، یعنی ہر شعبہ کے نامور ذہین اور فطین لوگ غلاموں جیسی اذیت ناک
زندگی سے دوچار ہیں۔ ملک کا پڑھا لکھا طبقہ ان جاہل بدنصیب حکمرانوں کی
گرفت میں بری طرح پھنسا ہوا ہے۔ جبتک ملک سے یہ سسٹم ختم نہیں کیا جاتا۔
اس وقت تک ہر قسم کی ناانصافی اور ظلم کا دور جاری وساری رہے گا۔ اور ملک
کے چودہ پندرہ کروڑ عوام اسی طرح محکوم مفلوج اور بے بس رہیں گے۔ اس سسٹم
میں نہ کوئی ان کو روک سکتا ہے۔ اور نہ ان کی من مانی پالیسیوں میں مداخلت
کرسکتا ہے۔ وہ ان کے باون (۵۲) سالہ غیر فطرتی سیاسی کھیل کا المناک شکار
بنتے آرہے ہیں۔

۴۱ ملک میں اسلامائزیشن رائج نہ کر کے ملت کا کریکٹر، کردار، اور روپ جو
اقوام عالم کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ وہ ہرگز ہرگز ایک مسلمان کا کریکٹر نہیں
ہے۔ اگر مسلمانوں کا کریکٹر ۱۹۴۷ ء سے لے کر اب تک اسلامی تعلیمات کی
روشنی میں پنپتا اور جوان ہوتا۔ تو آج اقوام عالم کے لاتعداد انسان دائرہ
اسلام میں از خود داخل ہو جاتے۔ پاکستان انسانیت کا گہوارہ بن گیا ہوتا۔ وہ
پوری دنیا میں انسانیت کا علمبردار ہوتا۔ انسانی قدروں کی ان گنت خوبیوں،
اخوت، مہر و محبت، ادب و اخلاص، بھائی چارہ، درگزر، عفو، خدمت، سچائی،
عزت و احترام کے جذبوں کا بہترین شاہکار پیش کرتا۔ دنیا میں حق سچ کی
پاسداری قائم ہو چکی ہوتی۔ مسلمانوں کی زبوں حالی کا تصور بھی نہ کیا جاتا۔

کردار اور اخلاق کا حسین امتزاج پیدا کرکے پاکستان انسانیت کی امامت کا رول ادا کر رہا ہوتا۔

۴۲۔ بدقسمتی سے پاکستان کی عوام بالخصوص اور ملت اسلامیہ سے بالعموم ایک بہت بڑا فراڈ اور دھوکہ ہو گیا۔ ملکی اقتدار جمہوریت کے بدکردار وحشیوں کے ہاتھ لگ گیا۔ انہوں نے پورے ۵۲ سال میں اپنے دور اقتدار میں لوٹ مار کے تمام حربے استعمال کئے۔ ہر قسم کی معاشی اور معاشرتی برائی رائج کی۔ ملک کے تمام سرکاری ادارے، انتظامیہ، عدلیہ، اور معاشرے کے ہر شعبہ کو کرپٹ اور بدکرداری کی بنیادوں پر کھڑا کیا۔ معاشی اور معاشرتی عدل کشی کو ماحول اور معاشرے میں عام کیا۔ کوئی ایک عمل بھی قابل تقلید پیدا نہیں ہونے دیا۔ بیرون ممالک تجارت میں دھوکہ دہی سے کام لیا۔ دو نمبر کا کھاتہ کھول دیا۔ سیمپل اور نمونہ اچھا پیش کرنا۔ اور شاک غیر معیاری بھیج دینا ان کا معمول بن گیا۔ بین الاقوامی سطح پر پاکستان اور اس کے عوام کو بری نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ ان بد عملیوں کی وجہ سے پاکستان کو دنیا کی بدترین، بدکردار اقوام کا ہیرو بنا دیا گیا۔ ان دس بارہ ہزار خود غرضوں، غاصبوں، ڈاکو زنوں، لٹیروں، اور نا اہلوں نے اسلام کی روح کو مسخ کر دیا۔

۴۳۔ آؤ۔ ملک میں مل کر ایک دوسرے کے تعاون سے اسلامائزیشن کا نفاذ کریں۔ مسلمانوں کو ان کی کھوئی ہوئی اصل دولت سے روشناس کروائیں۔ دین کے لاجواب اصولوں پر مبنی عبادت، طہارت، صداقت، شرافت، عدالت، امانت، بلاغت، سخاوت، استقامت، شجاعت، شہادت اور امامت کے اصول و ضوابط کو اسلامی سانچوں میں ڈھالنے کا عمل شروع کریں۔ اسلامی ماحول مہیا

کریں۔ خوشبوئے محمد ﷺ سے فضائیں معطر کریں۔ ملک خود بخود ایک اسلامی درس گاہ بن جائے گا۔ اس ملک میں اصحاب صفہ کے ماننے والوں کا مرکز قائم کریں۔ یہاں کا ہر نمائندہ دنیائے عالم میں اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کرنے کا عارف اور روارث ہوگا۔ یہی نمائندے انسانیت کی عقل سلیم، فہم وادراک، دل ودماغ کی کشش کا سبب بن جائیں گے۔ اب یہ حکومت وقت کا اختیار ہے۔ کہ وہ ان قباحتوں، خباثتوں، بدکرداریوں، بداعمالیوں اور نا اہلیت کو ملک میں قائم رکھے۔ یا شریعت محمدی ﷺ کو ملک میں رائج کرے۔ اب صاحبان اقتدار اور حکومت وقت اس نقطہ پر کھڑے ہو چکے ہیں۔ یا وہ دین کے عروج، اور ملت اسلامیہ کی کھوئی ہوئی دولت کو بحال کر کے اپنی عظمتوں کو چار چاند لگائیں۔ یا ملک میں گمراہی اور سیاہ کاریوں کو اسی طرح رائج رکھیں۔ اب شریعت محمدی ﷺ کے نفاذ میں کسی قسم کی رکاوٹ یا التوا اس جرم کے مرتکب ہونے کا واضح ثبوت ہو گا۔ اب ملک کے صاحب اقتدار حضرات خود فیصلہ کریں۔ کہ وہ ملت اسلامیہ اور پاکستانی عوام کے دلوں میں اترنا چاہتے ہیں۔ یا ان کے دلوں سے اترنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حاکم وقت اور صاحبان اقتدار لوگوں کو اپنے وعدہ کی پاسداری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔۔

۴۴۔ ملک میں صاحب علم، دین دار، پاک طینت، بے ضرر، پیران طریقت، درویشوں فقیروں سے ملتجی ہوں۔ کہ وہ اپنے دینی، مذہبی اور روحانی فیض سے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی کوششوں، کاوشوں، دن رات کی انتھک محنتوں نے تن من کی بازی لگا کر شمع رسالت کی علم بردداری کے عظیم کام نامساعد حالات، تنگدستی اور بوریا نشینی کی بابرکت

درسگاہوں، مساجد اور فقیر خانوں میں اس روشنی کو قائم و دائم رکھا۔ جب کہ ان سیاست دانوں اور رہنماؤں نے عیسائیت، جمہوریت، یہودیت کی معاشیات، اور ہندوازم کے طبقاتی ڈھانچہ کو ملکی سطح پر قانونی حیثیت دے کر ملک کا تمام نظم و نسق اس غیر اسلامی، باطل، ظالم اور جابر نظام کو رائج اور نافذ کرکے مسلمانوں کی نسلوں کو دائرہ اسلام سے عملی طور پر فارغ اور طحدانہ، اور کافرانہ سانچوں میں ڈھالنے کا کام بڑی مہارت کے ساتھ جاری و ساری کر رکھا ہے۔ اور اسلام کو صرف پڑھنے، پڑھانے، سننے سنانے تک محدود اور مسدود کر دیا ہے۔ اس بدبخت، بدنصیب نظام حکومت جس کے تحت یہی طبقہ حکمران بار بار اقتدار میں پہنچ کر ملک کے وسائل اور خزانے کو لوٹتا رہا۔ اور ملک اور عوام دن بدن معاشی بدحالی کا شکار ہوکر قرضوں کی ادائیگی میں بین الاقوامی سطح پر شرمسار ہوئے۔ اب ان حالات کا خاتمہ اور احیائے اسلام کا عمل وقت کی ضرورت بن چکا ہے۔ آپ نے شریعت محمدی ﷺ کی چنگاری کو نہ دبنے دیا۔ نہ بجھنے دیا اور اس باطل نظام کے سامنے کلمہ حق ادا کرنے کا پورا پورا فریضہ ادا کیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کروٹ، رحمتیں نازل فرمائے۔ آپ کی سنگت، آپ کا ساتھ، آپ کی توجہ کے طفیل دین کو پڑھنے اور سننے کی حدود سے نکال کر ملک میں دستور مقدس کو نافذ العمل کرنے تک آپ کی شمولیت اور تعاون کی کہاں تک ضرورت ہے۔ وہ آپ بہتر جانتے ہیں۔ اس دنیا میں اگر کوئی آسمانی نعمت اور دولت اس زمین پر نازل ہوئی ہے۔ تو وہ انسانیت کا ادب اور محبت ہے۔ اور یہ انعام صرف آپ کے میکدوں سے میسر آتا ہے۔ صبر و تحمل اور بردباری، درگذر، عفو، خدمت خلق، پاک دل، پاک نگاہ، خوف خدا، عدل و انصاف کے دبستانوں، ضرورت قلیل، مقصد جلیل کے

وارثو! خوبصورت اداؤں اور دلکش سیرت کے مالکو! انسانیت کے لئے بے ضرر اور مخلوق خدا کے لئے منفعت بخش، ہمت وجرات کے پیکرو! درود وصلوۃ کی محفلوں کے وارثو! ملت اسلامیہ کی سیرت وخدوخال، لطافت ونفاست کے پیکرو! رحمت اللعالمین ﷺ کے نقیبو آؤ۔ مل کر اس ملک اور اس دنیا سے نفرت، ظلم، زیادتی، حق تلفی، ناانصافی، عدل کشی، نفس پرستی، بے حیائی، غرضیکہ ہر قسم کی برائی کو کم سے کم کرنے کی کوشش وہمت بروئے کار لائیں۔

۴۵۔ ان کا سیاست کدہ اپنے منطقی انجام تک پہنچ چکا ہے۔ شریعت محمدی ﷺ کی معطر ہوائیں چل پڑی ہیں۔ دستور مقدس کی نوری کرنیں اپنے پورے جمال کے ساتھ دلوں میں جلوہ افروز ہیں۔ اور ابر رحمت بن کر پوری انسانیت کو اپنے احاطے میں لینے کے لئے آپ کے دلوں پر دستک دے رہی ہیں۔ شریعت محمدی ﷺ کے نفاذ کے لئے دل وجان سے کوشش کریں۔ ملت اسلامیہ کی کھوئی ہوئی دولت کو واپس دلوائیں۔ کالی کملی والے کے عمل کے نور سے دنیا کو منور کریں۔ جمہوریت کے باطل، غاصب نظام کو ملک سے الوداع کریں۔ مشیروں، وزیروں کی فوج اور ان کی شاہ خرچیوں اور ملکی خزانہ کی بندر بانٹ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں۔ ملک کو مزید ٹکڑے ہونے سے بچائیں۔ ان اہم عہدوں پر عام آدمی سے کم اخراجات والے طیب فطرت کارندوں کو بٹھائیں۔ عدل و انصاف قائم کریں۔ عوامی طاقت کو زیادہ سے زیادہ زراعت کے میدان میں بروئے کار لائیں۔ ملکی پیداوار بڑھائیں۔ کارخانے، ملیں، فیکٹریاں، خوب چلائیں۔ معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کو مضبوط کریں۔ محنت اور سادہ زندگی کا ملت کو شعور دیں۔ ہنرمندی کی تعلیم اور سائنس اینڈ ٹیکنالوجی میں آئندہ نسلوں کی

تربیت کریں۔ فرسودہ اور طبقاتی تعلیم نظام کو دریا برد کریں۔ پورے ملک میں ایک تعلیمی نظام رائج کریں۔ محنت، مزدوری، اور تنخواہوں کا تفاوت ختم کریں۔ ان پالیسیوں پر سختی سے عمل کریں۔ ملک کو فرعون نگر سے رحمت نگر میں بدلیں۔ احتساب کا عمل خلیفہ وقت سے شروع ہوتا ہے۔ مجلس شوریٰ کے ممبران عوام الناس کے کٹہرے میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی کتا ملک کے کسی حصے یا کونے میں بھوکا مر جائے۔ تو وہ اس کے جوابدہ ہوتے ہیں۔ وہ خوف خدا اور عدل وانصاف کے پیکر ہوتے ہیں۔ ان کا دل خوف خدا سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ محلوں میں داد عیش نہیں لیتے۔ وہ کٹیا اور جھونپڑی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ حکمرانوں میں سے کوئی صاحب نصیب کسی کی دعا کا چراغ ہو۔ اور اس کار خیر میں مستانہ وار قلندرانہ رول ادا کر کے دستور مقدس کو پاکستان میں رائج کر دے۔ اور دنیا میں تا قیامت ایسا نام چھوڑ جائے۔ جس کے لئے زوال کا لفظ نہ بنا ہو۔ اور نبی اکرم ﷺ کے مقرب اور محبوب انسانوں میں شامل ہو جائے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

اختتام

منقبت شریف

بشان حضور جناب عبداللطیف بری امام نورپور شاہاں اسلام آباد

میرے مولا الفاظ کو ملے اک اشارہ   بری پاک کا کرم ہو آشکارا

وہ بندہ تیرا، تیرے احمد کا پیارا   وہ انہی کے نقش قدم کا تارا

وہ مولیٰ کا نور اور انہی کا ظہور   وہ مظہر حسن، سیرت کا پیارا

وہ قادری نسبت کا ، تاجور دلارا   وہ راستہ دکھائیں بھولے ہوؤں کو تمہارا

وہ پہاڑوں کا دامن ، یہ چشموں کا پانی   آب و ہوا کا سحر انگیز نظارہ

یہ چلہ گاہ ان کی یہ خلوت کدہ ان کا   یہاں سے عرفان کا کھلا راز سارا

نیلاں بھو تو مسکن، ان کے کرم کا   یہاں سے ہی پھیلا ہے فیض ان کا سارا

وہ بحر و بر ہیں محو فغاں ہیں   وہ ذوقِ نیا کو بخشیں کنارا

ذرا پاس آ کر دیکھو تو ان کے   وہ دیتے ہیں صدقے میں سارے کا سارا

عطا کرتے ہیں کملی والے سے لے کر   اخوت و محبت حضوری نظارا

کرم کیجو عنایت پہ تمام لطیف   ملے کملی والے کا ہر دم سہارا